عزم وہمت اور صبر و استقامت کے
89 سال

11 ربیع الاول 1441ھ | نومبر 2019ء

الحمدللہ بیسمنٹ ہال، دار القرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

☆ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دار الحدیث، دار الاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے جس کا تخمینہ تقریباً (3,00,00,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زرتعاون: سید محمد کفیل بخاری (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010
Branch Code : 0729
THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 30 شمارہ 11 نومبر 2019/ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ــــــ -/300 روپے

بیرون ملک ــــــ -/5000 روپے

فی شمارہ ــــــ -/30 روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

آزادی مارچ......اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

سید محمد کفیل بخاری

جمعیت علماء اسلام اور متحدہ اپوزیشن کا آزادی مارچ مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں کراچی سے شروع ہو چکا ہے۔ اعلان کے مطابق 27/اکتوبر کو کشمیریوں کے یومِ سیاہ کے موقع پر کشمیریوں سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے سندھ، بلوچستان کے قافلے پنجاب سے ہوتے ہوئے 31/اکتوبر کو اسلام آباد میں داخل ہوں گے، جبکہ خیبر پختون خوا کے قافلے اسی روز اسلام آباد پہنچیں گے۔ ایک سال کی مسلسل سیاسی محنت کے بعد بالآخر مولانا فضل الرحمٰن نے اپوزیشن کی 9 جماعتوں کو اپنے مجوزہ آزادی مارچ میں شرکت پر آمادہ کر ہی لیا۔ آزادی مارچ کے پس منظر اور پیش منظر پر تجزیہ نگار و تبصرہ نگار حمایت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھ اور بول رہے ہیں، لیکن ایک بات تو واضح ہوگئی کہ مولانا فضل الرحمٰن اپوزیشن کو متحد کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی اپنے تمام تر تحفظات کے باوجود مولانا کے آزادی مارچ کی حمایت اور شرکت پر مجبور ہو گئے۔ دینی قوتیں تو پہلے ہی مولانا کی حامی ہیں، طرفہ تماشا یہ ہے کہ ملک کی سیکولر قوتیں بھی مولانا کی حمایت کر رہی ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن نے روزِ اوّل سے یہ مؤقف اختیار کیا کہ 25/جولائی 2018ء کے انتخابات دھاندلی زدہ ہیں، جس کے نتیجے میں عمران خان کو زبردستی قوم پر مسلط کیا گیا ہے۔ موجودہ حکومت جعلی، ہوائی اور خلائی ہے، جسے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ انھوں نے پہلے دن ہی اسمبلیوں سے استعفوں کی بات کی، لیکن پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن) اور دیگر جماعتوں نے اتفاق نہ کیا۔ آج نواز شریف صاحب بھی فرما رہے ہیں کہ مولانا کی بات درست تھی اور ہمارا اختلاف غلط تھا۔

اپوزیشن جماعتوں کی رہبر کمیٹی نے آزادی مارچ کے مطالبات حکومت کو پیش کر دیے ہیں:

1۔ عمران خان وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہوں
2۔ حکومت تحلیل کی جائے
3۔ نئے انتخابات کرائے جائیں۔ اس لیے کہ سابقہ انتخابات دھاندلی زدہ تھے
4۔ آئین کی اسلامی دفعات کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے

یہ مکافاتِ عمل ہے۔ وزیر اعظم عمران خان نے بھی اپنے دھرنے میں نواز شریف سے استعفے کا مطالبہ کیا تھا۔ عمران خان کی تقریروں اور پی ٹی آئی کے انتخابی منشور کی وجہ سے قوم نے ان سے بہتری کی امیدیں وابستہ کر لی تھیں، لیکن عمرانی حکومت کے ایک سال نے نہ صرف قومی امیدوں پر پانی پھیرا بلکہ ملکی معیشت کا بیڑہ غرق کر کے اقتصادی و معاشی اعتبار سے ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ ایک کروڑ نوکریاں اور پچاس لاکھ گھر دینے کی بجائے پہلی نوکریاں ختم اور آئندہ سرکاری نوکریوں کی امید نہ رکھنے کے اعلانات کیے جا رہے ہیں۔

قوم کو عمران خان سے کوئی ذاتی عناد ہرگز نہیں۔ اصولی بات ہے کہ جو کہا، وعدہ کیا اس کو پورا کریں۔ عمران خان آج

یہ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھی ٹیم نہیں ملی۔ انھیں یہ بات پہلے سوچنی چاہیے تھی بلکہ انھیں سب کچھ معلوم تھا۔ انھوں نے جانتے بوجھتے دھوکا کھایا اور دھوکا دیا۔ اُن کی ساری ٹیم پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے کچرے کا ڈھیر ہے۔ اپنا ویژن نہ اپنی ٹیم۔ نتیجہ یہی نکلنا تھا، جس کا بھگتان موجودہ حکومت کر رہی ہے۔ آزادی مارچ کا پہلا غیر حتمی نتیجہ نواز شریف کی ضمانت ہے۔ بظاہر یہ سہولت انھیں شدید علالت کے نتیجے میں میسر آئی ہے۔ زرداری صاحب بھی شدید علیل ہیں، شاید کسی روز انھیں بھی یہ سہولت فراہم کر دی جائے۔ ویسے طبیعت عمران خان کی بھی ٹھیک نہیں، اللہ خیر کرے۔ نواز شریف صاحب اور آصف علی زرداری صاحب اپنا کیا دھرا ہی بھگت رہے ہیں۔ انھوں نے بھی اپنے اپنے ادوار میں قوم کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ ظلم ہوا، بے انصافی ہوئی، ماورائے آئین اقدامات ہوئے اور ماورائے قانون قتل ہوئے۔ خصوصاً شہباز شریف صاحب کے دور میں بہت ظلم ہوا۔ قوم کا معاشی استحصال ہوا، بے روزگاری، مہنگائی اور فحاشی کو فروغ ملا۔ آج مریم نواز کے آنسو اور بلاول بھٹو کی چیخیں سن کر ہمیں کوئی خوشی نہیں ہوئی، لیکن اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے نیب اور سی ٹی ڈی جیسے سفاک اور انتقامی ادارے بناتے وقت انھوں نے یہ نہ سوچا کہ کل ہماری جگہ کوئی اور ہوں گے اور یہی ادارے ہوں گے۔ موجودہ حکومت کی ایک سالہ کارکردگی انتہائی مایوس کن ہے۔ سیاست، معیشت اور انصاف سب زوال پذیر ہیں۔ اخلاق کا حال یہ ہے کہ وزیر اعظم اور اُن کے وزراء کی زبانیں انتہائی غیر مہذب ہیں۔ تحریک انصاف تو عوام کو انصاف دینے کا نعرہ لے کر اٹھی لیکن سانحۂ ساہی وال کے مجرموں کو جس طرح شک کا فائدہ دے کر بری کیا گیا قتلِ انصاف کی بدترین مثال ہے۔ آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے؟

حکومت کی تازہ ترین کارکردگی یہ ہے کہ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما، سابق سینیٹر حافظ حمداللہ کی پاکستانی شہریت منسوخ کر کے اُن کا شناختی کارڈ ضبط کر لیا ہے۔ نادرا نے شہریت ختم کی اور پیمرا نے میڈیا کوریج پر پابندی عائد کر دی۔ حافظ حمداللہ کو افغان شہری قرار دینے والوں نے اتنا نہ سوچا کہ اُن کے والد قاری ولی محمد قیامِ پاکستان سے قبل ہی یہاں آباد تھے۔ وہ 1970ء کی دہائی میں سکول ٹیچر کے منصب سے ریٹائر ہوئے۔ حافظ حمداللہ 2002ء سے 2016ء تک بلوچستان کے صوبائی وزیر صحت رہے اور اُن کے بیٹے شبیر احمد پاکستان ملٹری اکیڈمی میں زیر تربیت فوجی افسر ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ عمران خان کے بیٹے پاکستان میں نہیں۔

اس ملک میں کچھ بھی ہوسکتا ہے اور مقتدر قوتیں سب کچھ کر سکتی ہیں۔ رضا باقر پاکستانی شہری نہیں تھے لیکن گورنر سٹیٹ بینک کے عہدے کے لیے جہاز میں بیٹھتے وقت پاکستانی پاسپورٹ اُن کو تھما دیا۔ آج حافظ حمداللہ سے پاکستانی شہریت واپس لے لی گئی۔ یہ پہلی حکومت ہے جو غیر ملکیوں کو پاکستانی اور پاکستانیوں کو غیر ملکی قرار دیتی ہے۔

آزادی مارچ رواں دواں ہے۔ اسلام آباد پہنچ کر یہ سیلاب بلا کیا رخ اختیار کرتا ہے اور ملکی سیاست کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے، آئندہ دنوں میں واضح ہو جائے گا۔ لیکن حکمرانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اُن کا واسطہ مولانا فضل الرحمٰن کی صورت میں ایک سخت جان، کہنہ مشق، تشدد، انتہائی زیرک اور چالیس سالہ تجربہ کار سیاست دان پڑا ہے۔ گرفتاریاں، دھمکیاں اور رکاوٹیں اپوزیشن کا اثاثہ ہوتی ہیں، حکمران ایسے اقدامات سے گریز کریں ورنہ......

جی کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گیا یا شام گیا

سالانہ ختم نبوت کانفرنس اور حالات حاضرہ

عبداللطیف خالد چیمہ

11، 12 ربیع الاول 1441ھ کو چناب نگر (ربوہ) کی دوروزہ سالانہ ''احرار ختم نبوت کانفرنس'' میں اب ہفتہ عشرہ باقی ہے اور انتظامات بھی آخری مراحل میں داخل ہو رہے ہیں جو کہ حافظ محمد ضیاء اللہ ہاشمی (ناظم اجتماع) کی سربراہی میں انجام دیے جا رہے ہیں۔ احرار کی ماتحت شاخوں کے لیے ہدایت نامہ (سرکلر) شامل اشاعت ہے۔ تمام ذمہ داران اس سرکلر کو توجہ سے پڑھ کر ہر ممکن طور پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں اور اس سالانہ کانفرنس کی دعوتی و تشہیری مہم کو تیز تر کر دیں۔ یہ کانفرنس ایک ایسے ماحول میں منعقد ہو رہی ہے جب وطن عزیز کے جغرافیائی و نظریاتی دشمن ''تاک'' میں بیٹھے ہیں۔ کشمیر لہولہان ہے اور منکرین ختم نبوت ہمارے دشمنوں کے مہرے بن کر آستین کے سانپوں کا کردار ادا کر رہے ہیں مزید یہ کہ ملک میں سیکولر اور سیاسی انتہاء پسندوں نے جو گھمبیر صورتحال پیدا کر رکھی ہے اس نے ملکی معیشت و ساکھ کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے یہ خطہ اسلام کے نفاذ کے نام پر بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کیا لیکن یہاں اسلام کی اپوزیشن کا ماحول بنا دیا گیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ نفاذ اسلام کی داعی جماعتوں کے رہنماؤں کی شہریت کو ختم کیا جا رہا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ ملک بدر بھی کر دیا جائے جو یقیناً امریکی و صہیونی ایجنڈے کی لازمی تابعداری کا فطری نتیجہ ہے۔ ایسے میں قیام حکومت الٰہیہ کی علم بردار اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت کی خادم جماعت ''مجلس احرار اسلام'' ابن امیر شریعت قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی قیادت و سیادت میں 11، 12 ربیع الاول کو چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس اور کانفرنس کے اختتام پر قادیانیوں کو دعوت اسلام کے فقید المثال جلوس کا اہتمام کر رہی ہے۔ جو یقیناً شہداء جنگ یمامہ اور شہداء ختم نبوت کے مقدس مشن کو آگے بڑھانے کا سبب ہوگی اور ہمارے لیے ذریعۂ نجات بھی۔ ان شاء اللہ

تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں، مجاہدین ختم نبوت اور دوستان احرار سے درخواست ہے کہ وہ کانفرنس میں شرکت فرمائیں اور دامے، درمے، سخنے تعاون بھی فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کو فتح مبین سے نوازیں اور ہم سب کو مل جل کر عقیدۂ ختم نبوت کی پرامن آئینی جدوجہد کو منظّم کرنے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ایوانِ احرار: C/69 نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس
2019/5

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مزاج گرامی!

''42ویں سالانہ دوروزہ ختمِ نبوت کانفرنس'' جامع مسجد احرار چناب نگر

جملہ مندوبین شرکاء اور احرار ساتھیوں کے نام

آپ کے علم میں ہے کہ مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام اِن شاء اللہ تعالیٰ 12,11 ربیع الاوّل 1441ھ مطابق 10,9 نومبر 2019ء بروز ہفتہ، اتوار جامع مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ''ختمِ نبوت کانفرنس'' قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی منعقد ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لیے درج ذیل امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیاریاں تیز کر دیں۔

☆ کانفرنس کے اشتہارات شائع ہو چکے ہیں، تمام ماتحت مجالس احرار اور دیگر حضرات مرکزی دفتر دارِ بنی ہاشم ملتان اس نمبر (0300-9522878) پر رابطہ فرما کر اشتہارات حاصل کریں

☆ کانفرنس میں شرکت کے لیے اپنے جماعتی وغیر جماعتی ماحول میں محنت کریں اور انفرادی واجتماعی شرکت کو یقینی بنائیں نیز کانفرنس اور قافلے کی روانگی کے حوالے سے اخبارات کے مقامی نمائندگان کے ذریعے خبریں بھجوانے کا اہتمام ضرور کریں اور کم از کم روزنامہ اسلام کے علاقائی ایڈیشن میں مقامی جماعت کی جانب سے کانفرنس کی تشہیر کے لیے اشتہار شائع کروائیں

☆ ہر مقامی جماعت کے ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ نظم وضبط کا ماحول پیدا کریں۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والے ساتھیوں کی تربیت کریں اور ایک نیک مقصد کے لیے سفر کے آداب کو ہر حال میں ملحوظ رکھیں اور دوران سفر کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد جاری رکھیں۔ چناب نگر میں داخل ہوتے وقت نعرہ بازی نہ کریں

☆ پنڈال میں داخل ہونے سے پہلے قافلے کے امیر استقبالیہ کیمپ میں اپنے ساتھیوں کی تعداد کا اندراج کروائیں

☆ دوران اجتماع مسجد میں حاضری کو یقینی بنائیں، چناب نگر میں بلا ضرورت نہ گھومیں پھریں اور نہ ہی قادیانیوں سے بحث کریں

☆ ہر شاخ یا شرکت کرنے والے ساتھی اپنی تعداد کی مناسبت سے پانچ سے دس جماعتی پرچم بمع ڈنڈے ساتھ لائیں اور

ممکن حد تک تمام ساتھی سرخ قمیص میں ملبوس ہوں، بہتر یہ ہے کہ مقامی جماعت کے ذمہ داران ساتھیوں کی آسانی کے لیے سرخ کپڑا خرید کر کارکنان کو اطلاع کریں اور وہ ان سے خرید لیں تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب باوردی ہوں

☆ کانفرنس کی مناسبت سے جن شاخوں کے پاس بینرز موجود ہوں وہ ہمراہ لائیں ممکن ہو تو نئے بینرز / پینا فلیکس بنوانے کا اہتمام کریں۔ ڈیزائن مطلوب ہو تو مرکز سے اپنے ای میل پر منگوائیں

☆ روانگی سے قبل اپنی سواری پر جھنڈا اور بینر آویزاں کریں جس کی عبارت ''احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر'' ہو اور تمام ساتھی / قافلے سفر کے دورانیے کا اندازہ کر کے ایسے وقت سفر شروع فرمائیں کہ آپ زیادہ سے زیادہ 11 / ربیع الاول کی صبح تک اور تاخیر سے آنے والے قافلے 12 / ربیع الاول کو نماز فجر تک مرکز احرار چناب نگر پہنچ جائیں اس سے زیادہ تاخیر مناسب نہیں۔ 11 ربیع الاول کو عشاء کے بعد کی نشست کو کامیاب کریں

☆ جن شاخوں کو انتظامات اور خدمت کے لیے کارکن مہیا کرنے کا کہا گیا ہے ان سے درخواست ہے کہ متعینہ کارکنوں کی تربیت کریں اور یہ ساتھی ۱۰ / ربیع الاول کو نماز ظہر تک لازماً چناب نگر پہنچ کر ڈاکٹر محمد آصف (0300-9522878) کو رپورٹ کریں

☆ موسم کے مطابق بستر ہمراہ رکھیں اور کھانے پینے کی چھوٹی موٹی اشیاء مثلاً پانی کی بوتل، چنے، بسکٹ وغیرہ اگر ساتھ رکھیں تو سہولت رہے گی۔ اجتماع کے دوران وقفہ بیانات میں، سٹالز سے اپنی ضروریات کی اشیاء خریدیں

☆ جلسے اور جلوس کے دوران اپنے اردگرد مشکوک افراد پر نظر رکھیں

☆ اپنے قافلے کا امیر مشاورت سے مقرر کریں اور اطاعتِ امیر کو شعار بنائیں

☆ 12 / ربیع الاوّل کو جلوس کے موقع پر دی جانے والی ہدایات پر مکمل عمل پیرا ہوں دورانِ جلوس نظم وضبط قائم رکھیں ٹکڑ بازی اور منفی نعرے بازی سے مکمل پرہیز کریں، دوران جلوس جماعت کی طرف سے پرنٹ کیے ہوئے نعرے متعین افراد ہی لگائیں گے دیگر حضرات صرف نظم کی پابندی کریں

☆ 29 / ستمبر 2019ء کو جامع مسجد احرار چناب نگر میں کانفرنس سے متعلق جو اجلاس ہوا اس میں کانفرنس کے انتظامات کے لیے قاری ضیاء اللہ ہاشمی (امیر مجلس احرار اسلام ضلع گجرات) کو ناظم اجتماع مقرر کیا گیا جبکہ مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، مولانا تنویر الحسن، مولانا محمد اکمل، سید عطاء المنان بخاری، ڈاکٹر محمد آصف، مولانا محمود الحسن، شاکر خان خاکوانی کو معاونین مقرر کیا گیا ہے۔

☆ چناب نگر مرکز میں اجتماع کے موقع پر جگہ کم پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم آنے والے مہمانوں اور مقررین کا خاطر خواہ

اکرام نہیں کر پاتے اس بات کو محسوس نہ کریں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مزید وسیع جگہ عطاء فرمائیں (آمین) تاکہ سارے نظام میں آسانی رہے، جماعتی وغیر جماعتی احباب کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی توجہ غیر ضروری ملاقاتوں کی بجائے اجتماع پر مرکوز رکھیں اور تیسرا کلمہ، استغفار اور درود پاک پڑھتے رہیں۔ کام میں بے حد مشغول ذمہ داران کو الجھن میں نہ ڈالیں اِس سے نظم بھی خراب ہوتا ہے اور کام کا حرج بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

☆ چناب نگر انتظامیہ ہمارے ساتھ تعاون کرتی ہے ان کے ساتھ کسی قسم کی بدتمیزی ہرگز نہ کریں۔ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ چناب نگر میں ہمارے جلوس کے علاوہ کئی اور جلوس بھی نکلتے ہیں جو صبح 9 بجے شروع ہو جاتے ہیں اور پولیس لاری اڈا پر ہمارے قافلوں کو متبادل راستہ اختیار کرنے کا کہتی ہے ایسی صورتحال میں لاری اڈا چناب نگر پر موجود ہمارے استقبالیہ کیمپ (0345-0370086) سے رہنمائی حاصل کریں اور اپنی مرضی سے کوئی راستہ اختیار نہ کریں۔

☆ کانفرنس کے موقع پر کانفرنس کے اخراجات / ختم نبوت فنڈ / چناب نگر مدرسہ / مرکزی بیت المال / نقیب ختم نبوت یا کسی بھی دوسری مد میں فنڈز کے لیے جگہ اور افراد متعین ہوں گے اس کام کے لیے متعلقہ جگہ پر ہی رقوم جمع کروائیں

☆ کھانے کے لیے وسیع پنڈال کا انتظام ہوگا براہ کرم صبر و تحمل اور ترتیب کے ساتھ کھانے کے پنڈال میں تشریف لے جائیں۔ معمر افراد کو مقررہ راستے سے لے کر جائیں۔ کھانے کے لیے 20 روپے فی کس کا ٹوکن جاری کیا جائے گا قافلے کے امیر اپنی تعداد کے حساب سے اور انفرادی طور پر شرکاء بھی ٹوکن ''استقبالیہ کیمپ'' سے حاصل کریں۔

☆ ہر ماتحت شاخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے اخراجات کی مد میں مرکز کی طرف سے دیے گئے ٹارگٹ کے مطابق اپنے حصے کی رقم موقع پر جمع کرائے یا مرکز کو بھجوائے۔

☆ پارکنگ کے لیے جو جگہ مختص ہو اس کو استعمال میں لائیں اور متعلقہ انتظامیہ کی ہدایات پر سختی سے عمل فرمائیں

امید ہے آپ ہماری گزارشات کو ہر حال میں مقدم و ملحوظ رکھیں گے۔ شکریہ والسلام

ملتمس: عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان
0300-6939453

رابطہ: ڈاکٹر محمد آصف موبائل: 0300-9522878
حافظ محمد ضیاء اللہ ہاشمی (ناظم اجتماع) 0301-6221750
مولانا محمد اکمل (ناظم استقبالیہ) 0300-6385277

خشیت الٰہی کی حقیقت (درس قرآن)

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا وَ مِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّ حُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَ غَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ○ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ○ (سورۃ الفاطر ۲۷،۲۸)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اسی ایک پانی سے قسم قسم کے پھل نکالے، جن کی رنگتیں مختلف ہیں اور ہر ایک کا مزا اور خوشبو دوسرے سے جدا ہے۔ بہ اعتبار کمیت اور بہ اعتبار کیفیت کے اور باعتبار صورت کے اور بہ اعتبار لذت کے، ہر پھل دوسرے پھل سے مختلف ہے، حالانکہ مادہ سب کا ایک ہے۔ اور اسی طرح پہاڑوں میں مختلف قسم کی اور مختلف رنگتوں کی راہیں اور گھاٹیاں ہیں، بعضی سفید اور بعضی سرخ اور طرح طرح ان کے رنگ ہیں اور بعضے بہت سخت سیاہ ہیں اور ہر ٹکڑے کی تاثیر مختلف ہے۔ اسی طرح دلوں کے رنگ بھی مختلف ہیں اور اسی طرح لوگوں میں سے اور حیوانات میں سے اور چوپایوں میں سے مختلف رنگ والے ہیں۔

جس طرح لوگوں کی السنہ اور الوان یعنی ان کی زبانیں اور رنگتیں مختلف ہیں، اسی طرح دوابّ اور انعام کی ایک جنس بلکہ ایک نوع کی رنگتیں مختلف ہیں، یہ سب خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ مادہ سب کا ایک ہے اور کیفیات مختلف ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اختلافات خود بخود تو پیدا نہیں ہو گئے، حالانکہ مادہ سب کا ایک ہے، تو یہ بوقلمونی کہاں سے آئی اور علیٰ ہٰذا زمین کے ٹکڑوں میں اختلاف کہ کسی زمین سے زعفران پیدا ہوتا ہے اور کسی سے انار اور انگور اور جھڑ بیر۔ یہ اختلاف بھی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے ورنہ طبیعت اور مادہ میں سب یکساں ہیں اور علّتِ فاعلیہ بھی سب کی ایک ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ رنگ برنگ کا اختلاف اس کی قدرت کی گل کاری ہے۔

اسی طرح بندوں کے احوال مختلف ہیں۔ کوئی خدا سے ڈرتا ہے اور کوئی نہیں ڈرتا۔ جز ایں نیست کہ اللہ کے بندوں میں سے بن دیکھے اللہ سے صرف وہی لوگ ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم اور صاحبِ فہم ہیں، جو اللہ کی شانِ عظمت کو جانتے اور پہچانتے ہیں، وہی خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ جس درجہ کا علم اور معرفت ہے اسی درجہ کی خشیت ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ .

پس عنداللہ کرامت اور فضیلت بقدرِ تقویٰ ہے اور تقویٰ بقدرِ علم ہوتا ہے، نہ بقدرِ عمل۔ پس جس کا علم اور اس کی معرفت زیادہ ہوگی اسی کو اللہ کا خوف زیادہ ہوگا۔ اور جس کا علم کم تر ہوگا، اس کا خوف بھی کم تر ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کا علم رکھتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کا خوف رکھتا ہوں۔ (رواہ البخاری) اور جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے تو اس کا علم بھی کم ہوجاتا ہے۔

علم چند آں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں، بلکہ علم تو ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب پر ڈال دیتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ''نور'' سے مراد ''نورِ فہم اور نورِ معرفت'' ہے۔ کما قال تعالیٰ:

وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ .

معلوم ہوا کہ عالم وہ ہے جو عاقل اور فاہم ہو۔ بغیر عقل وفہم کے محض الفاظِ قرآنی اور الفاظِ نبوی کو یاد کر لینے کا نام علم نہیں۔ اللہ کے نزدیک عالم وہ ہے جو اللہ کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کو جانتا ہو اور اس سے ڈرتا ہو اور اس کے احکام پر چلتا ہو۔ باقی جو شخص رسمی طور پر عالم اور فاضل کہلاتا ہو، مگر خدا سے نہ ڈرتا ہو تو وہ اللہ کے نزدیک عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ آیت میں ''خشیت'' سے خوفِ تعظیم مراد ہے، یعنی دل پر خدا کی عظمت اور جلال کا خوف اس قدر غالب ہو کہ ہر وقت اس بات سے ڈرتا رہتا ہو کہ حقوقِ ربوبیت میں کوئی تقصیر نہ ہوجائے اور کوئی بات خلافِ ادب نہ سرزد ہوجائے اور حدود وفرائض سے قدم باہر نہ ہوجائے۔

بے شک اللہ بڑی عزت والا ہے۔ جو اس سے نہ ڈرے اسے پکڑنے والا ہے اور جو بندہ اس سے ڈرے اور اپنی تقصیر پر توبہ کرے تو اُسے معاف کرنے والا ہے۔ پس جس ذات کی یہ شان ہے، اس سے خوف اور خشیت فرض اور لازم ہے۔

لطائف ومعارف:

قال اللّٰہ تعالیٰ : اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ . جز ایں نیست (حقیقت محض اتنی ہے) کہ خدا کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اس آیت میں علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو اللہ کی عظمت وجلال کا اور اس کے احکام وادامر ونواہی کا علم ہو۔ اور پھر وہ اللہ کے حکموں پر چلتے ہوں، جس درجہ کا علم ہو اُسی درجہ کا اس کو خوف ہوگا۔ خشیتِ خداوندی علم اور معرفت پر موقوف ہے۔ علم خشیت کے لیے شرط ہے مگر علت تامہ نہیں۔ جیسے طہارت نماز کے لیے شرط ہے، مگر

نماز کے لیے علت تامہ نہیں۔ اور جس علم کے بعد خوفِ خداوندی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ علم اللہ کے نزدیک معتبر نہیں اور ایسے عالم جو خدا سے نہ ڈرتے ہو وہ اللہ کے نزدیک عالم نہیں، اگرچہ دنیا ان کو علامہ کہتی ہو۔

علم چند آں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی

نیز علم سے وہ علم مراد نہیں جو محض قال کے درجہ میں ہو بلکہ وہ علم مراد ہے جو حال کے درجہ میں ہو اور ظاہر و باطن اس کے رنگ میں رنگین ہو گیا ہو۔ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہُ صِبْغَۃً ، علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت ست

علم را بر دل زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود
جان جملہ علمہا این است ایں
کہ بدانی من کیستم در یومِ دیں

علمِ دین سے مقصود تزکیۂ نفس اور اصلاحِ عمل ہے، ورنہ ہیچ ہے۔ جیسے علمِ طب سے مقصود جسمانی صحت کی حفاظت ہے، محض دواؤں کے نام اور ان کے خواص یاد کر لینا مقصود نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ واقع میں کوئی شراب پیے اور اس کو نشہ نہ ہو، اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ کوئی حقیقتاً علمِ دین کا ایک جام پیے اور اس پر دین کا نشہ اور سکر نہ آئے۔ عالمِ دین خدا کے نزدیک وہ ہے کہ علمِ دین اس کے دل میں گھر کر گیا ہو، محض باتیں بنانے اور لمبی تقریر کرنے سے اللہ کے نزدیک عالم نہیں ہو جاتا۔ اگر واقع میں دل میں خشیت اور خوفِ خداوندی ہوتا تو معاصی پر جرأت نہ کرتا۔ حدیث میں آتا ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بَیْنِی وَ بَیْنَ مَعَاصِیْکَ ۔ معلوم ہوا کہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جس سے بندہ اور معصیت کے درمیان حیلولت واقع ہو جائے اور اگر اسے یہ خشیت حاصل نہیں کہ جو عاصی اور معاصی کے درمیان حائل ہو تو سمجھ لو کہ اسے صحیح علم بھی حاصل نہیں۔ عالم کو چاہیے کہ رسمی طور پر تحصیلِ علم کو مقصود نہ جانے بلکہ خشیت کو مقصود جانے اور تحصیلِ خشیت کا اہتمام کرے اور خشیتِ مقصودہ اور مطلوبہ وہ ہے، جو نفس اور شیطان اور معصیت سے حجاب بن جائے۔

(معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، جلد ۶ ص ۴۰۸، ۴۱۲)

نورالعیون فی سیرت الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ ابن سیّد الناس رحمہ اللہ تعالیٰ / ترجمہ: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر

نزول قرآن کریم کے ساتھ ہی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی مبارک زندگی کے حالات محفوظ ہونا شروع ہوگئے تھے اور (ورفعنا لک ذکرک) سے تاابد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کی قدر ومنزلت کی بھی خبر دے دی گئی۔ پھر اصحاب رسول نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال جمع کرنے شروع کر دیئے۔ آنے والے دور میں کتب مغازی کی صورت میں حیات طیبہ کا ذکر خیر چلا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مستقل کتب تصنیف کی گئیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے والی تھیں۔ اس کے بعد مختصرات سیرت کا آغاز ہوا ان میں کئی کتابیں تو مختصراً ہی تالیف کی گئیں جبکہ کئی مختصرات بڑی کتب کی تلخیص کی صورت میں منظر عام پر آئیں۔ ایسی ہی کتب میں ایک نمایاں نام علامہ ابن سید الناس کی کتاب (نورالعیون فی سیرت الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو کہ ان کی ضخیم کتاب (عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر) کی تلخیص ہے۔

امام ابن سید الناس کا پورا نام محمد بن محمد بن محمد ہے ان کے اجداد میں سے ایک بزرگ کا نام سید الناس تھا ان کی نسبت سے ابن سید الناس کے نام سے شہرت پائی۔ آپ اندلسی الاصل ہیں۔ 671ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، قاہرہ اور دمشق سے تعلیم حاصل کی۔ آپ بڑی جامع العلوم والفنون شخصیت تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے از حد محبت رکھتے تھے (بشریٰ اللبیب فی ذکریٰ الحبیب) کے نام سے نعتیہ قصائد کا مجموعہ بھی لکھا۔ انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فن میں (عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر) کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی اور پھر طلبہ اور عوام الناس کے استفادہ کے لیے (نورالعیون فی سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے اس کی تلخیص کی۔ آپ نے اپنی کتاب میں اندلسی اور مصری اسالیب کا حسین امتزاج پیش کیا ہے۔ آپ ایک بھرپور علمی وعملی زندگی گزار کر 734ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

نورالعیون نامی اس بابرکت کتاب کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے (سرور المحزون) کے نام سے اس کا کسی بھی زبان میں پہلا ترجمہ کیا جو کہ فارسی زبان میں ہے۔ مجلس احرار اسلام کے سابق امیر حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمہ اللہ نے بھی اس کا اردو ترجمہ کیا جو 1996ء میں منظر عام پر آیا۔ 2011ء میں ریاض احمد سعیدی صاحب کا ترجمہ چھپا۔ اب مجلس احرار اسلام ضلع لاہور کے سیکرٹری نشر واشاعت ڈاکٹر ضیاء الحق قمر (پی ایچ ڈی عربی) نے اس کا رواں اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔ قارئین کے استفادے کے لیے اسے قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ: جب میں نے اپنی کتاب ''عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر'' لکھی، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ضمن میں انتہائی مفید ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے جاننے کی خواہش رکھنے

والوں کو دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے، تو میں نے مناسب جانا کہ میں چند اوراق میں اس کتاب کا خلاصہ کر دوں، جو اس کے ماخذوں کے قریب ہو اور اس سے استفادہ کرنا بھی آسان ہو، تا کہ وہ مبتدی کے لیے تبصرہ اور منتہی کے لیے تذکرہ ہو۔ اور میں نے اس کتاب کا نام'' **نور العيون فی تلخيص سيرة الامين المأمون** ﷺ '' رکھا ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد وتوفیق چاہتے ہیں اور اسی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے بھلائی کی طرف جانے والا ہر راستہ آسان فرمادے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کا بیان:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پدری نسب نامہ یہ ہے:

محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب من مرة بن كعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالک بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان...

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ پر یہاں تک تو علمائے انساب کا اتفاق ہے، عدنان کے بعد سے حضرت آدم علیہ السلام تک بہت اختلاف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مادری نسب نامہ یہ ہے:

آمنه بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بن كلاب (ا) بن مرة بن كعب بن لؤی.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا بیان:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ فیل والے سال ربیع الاوّل کے مہینے میں پیر کے دن پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اس دن ۲ ربیع الاوّل تھی، دوسری کے مطابق ۳ ربیع الاوّل، اور کچھ نے کہا کہ اس دن ۱۲ ربیع الاوّل تھی۔ اور بعض نے ان کے علاوہ تاریخیں بھی لکھی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایامِ تشریق میں جمرۃ الوسطیٰ کے قریب رحم مادر میں تشریف لائے اور بعض نے اس کے علاوہ لکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات کسریٰ کے محل میں اتنا شدید بھونچال آیا کہ اس کی آواز (دور دور تک) سنی گئی اور اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کا ایک ہزار برس سے روشن آتش کدہ بجھ گیا، جو اس سے پہلے کبھی نہیں بجھا تھا۔ اور اسی رات بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کا بیان:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حلیمہ بنت ابی ذ ؤیب الہذ لیہ نے دودھ پلایا۔ (۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھی کے پاس کے تھے جب شق صدر کا واقعہ پیش آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے وہ نقطہ، جہاں شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے، نکال کر اسے ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ (۳)

ابولہب کی باندی ثُویبہ الاسلمیہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ (۴)

اور اُم ایمن برکۃ حبشیہ رضی اللہ عنہا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد ماجد سے ورثہ میں ملی تھیں، نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے تو انھیں آزاد کر کے (اپنے آزاد کردہ غلام) زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی کروادی۔ (۵)

والدین کریمین کی وفات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا بیان:

ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحم مادر میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی وفات ہوگئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دو ماہ بعد ان کی وفات ہوئی۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سات ماہ بعد اور بعض کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے اٹھارہ ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی وفات ہوئی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار برس تھی اور ایک قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھے برس تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس دو مہینے اور دس دن ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب وفات پا گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متولی ہوئے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بارہ برس دو مہینے اور دس دن ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بصریٰ پہنچے، بحیرا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ ان کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ آپ لوگ جب گھاٹی سے آرہے تھے تو کوئی پتھر یا درخت ایسا نہ تھا جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو۔ اور یہ دونوں (پتھر اور

درخت) نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے ۔اور ہم نے آپ کی صفات کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پایا ہے، جس وقت یہ ہمارے سامنے آئے تو ہم نے انھیں پہچان لیا۔ پھر اس نے ابو طالب سے کہا کہ اگر آپ انھیں ملک شام لے کر گئے تو (مجھے اندیشہ ہے کہ) کہیں یہود ان کو قتل نہ کر دیں۔ تو ابو طالب نے اس خوف کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا۔(٦)

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام کا سفر اس وقت کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت لے کر گئے، یہ تب کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام پہنچے تو ایک راہب کی عبادت گاہ کے پاس درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے تو اس راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے نبیوں کے سوا کوئی بندہ نہیں ٹھہرا۔

اور میسرہ کہتے ہیں کہ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور گرمی بڑھ جاتی تو میں دیکھتا کہ آسمان سے دو فرشتے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرتے ۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر سے لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوگئی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس دو مہینے اور دس دن تھی۔ شادی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس برس ہوئی تو کعبہ کی تعمیر (نو) ہوئی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود نصب فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بیان:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس اور ایک دن ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام رب العالمین کی وحی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غارِ حرا میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''اِقْرَأْ ''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے اپنی آغوش میں لے کر زور سے بھینچا یہاں تک مجھے تکلیف پہنچی، پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے، تو میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ انھوں نے پھر بھینچا اور تیسری بار کہا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ . خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ . الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ . عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ .(٧)

اور نبوت کا آغاز ٨ ربیع الاوّل بروز پیر ہوا۔

پھر اہل مکہ نے دعوت اسلام کی مخالفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھاٹی (شعب بنی ہاشم) میں محصور کر دیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان سمیت تین برس سے کچھ مدت کم وہاں محصور رہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ سے نکلے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک انچاس برس تھی۔

اس واقعہ کے آٹھ ماہ اکیس دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب فوت ہو گئے اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچاس برس اور تین ماہ ہوئی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نصیبین (ترکی کا ایک قدیم شہر) کے جن آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔(۸)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکاون برس اور نو ماہ ہوئی تو واقعہ اسراء پیش آیا۔تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئرِ زمزم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان آرام فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت بیت المقدس لے جایا گیا، پھر براق لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور سفر معراج میں ہی نماز فرض ہوئی۔(۹)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ترپن برس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن ۸ ربیع الاوّل کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پیر کے دن مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا۔وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس قیام فرما رہے اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا۔

ان واقعات کی تاریخ (کے تعین) میں علماء کا اختلاف ہے، ہم نے انھیں تواریخ کا ذکر کیا ہے، جن کو ہم نے اپنی کتاب ''عیون الاثر'' میں بیان کیا ہے۔

☆......☆......☆

حواشی: (۱): یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مادری اور پدری نسب ایک ہو جاتا ہے۔(۲): اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن الاثیر: ۵/۲۵۱۔۵۲۔(۳): صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۶۲۔(۴): اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن الاثیر: ۵/۲۳۵۔(۵): اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ابن الاثیر: ۵/۲۲۷۔(۶): سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۶۲۰۔(۷): صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳۔صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۰۔(۸): صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳۸۶۰۔(۹): صحیح بخاری، حدیث نمبر ۳۸۸۷۔صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۶۲۔۱۶۴

(جاری ہے)

ام المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مفتی عبدالغنی نظامی (چنیوٹ)

ہجرت کے چھٹے سال کے بالکل آخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام خطوط ارسال فرمائے۔ جس میں اس بادشاہ اور اس کی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی، اس میں کہا گیا کہ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے اور دہرے اجر کے مستحق قرار دیے جاؤ گے ورنہ دوسری صورت میں تمہاری قوم کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ تمہارے اوپر بھی ہوگا۔ اس کے بعد سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 64 اس میں درج فرمائی گئی اور خط کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک لگائی گئی جو اوپر نیچے تین سطروں پر مشتمل تھی۔ سب سے اوپر والی سطر میں لفظ اللہ دوسری میں رسول اور تیسری سطر میں محمد لکھا ہوا تھا۔ یہ خط جامعیت و اختصار کے حسین امتزاج کا عظیم شاہکار ہے۔ تمام بادشاہوں کو بھیجے جانے والے خط کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔ ان خطوط مبارک کو لے کر جانے کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سونپی۔ اسی تسلسل کی ایک کڑی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 7 ہجری کے ابتدائی دنوں میں ایک خط شاہ مصر و اسکندریہ کو لکھا، جس کا نام جُریج بن متی قبطی تھا اور اس کا لقب مُقَوقَس تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا، انہوں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پیش کیا۔

نوٹ: مُقَوقَس .... میم پر پیش اور دونوں ق پر زبر ہے۔

شاہ مقوقس کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللهِ وَ رَسُوۡلِهِ اِلَى الۡمُقَوۡقَسِ عَظِيۡمِ الۡقِبۡطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى!

اَمَّا بَعۡدُ! فَاِنِّىۡ اَدۡعُوۡکَ بِدَعَايَةِ الاِسۡلَامِ، اَسۡلِمۡ تَسۡلِمۡ يُؤۡتِکَ اللهُ اَجۡرَکَ مَرَّتَيۡنِ، فَاِنۡ تَوَلَّيۡتَ فَعَلَيۡکَ اِثۡمُ الۡقِبۡطِ يَا اَهۡلَ الۡكِتَابِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِکَ بِهٖ شَيۡئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضاً اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کی جانب!!

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد:

میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر

عطا فرمائیں گے اگر تم روگردانی کروگے تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی مشترکہ بات پر جمع ہو جائیں کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے اور ہم اس کی ذات وصفات (خاصہ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب نہ مانے۔ اگر وہ اس عہد و پیمان سے پھر گئے تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو ماننے والے ہیں۔

نوٹ:

عموماً جب خط لکھتے ہیں تو اس کی ابتداء میں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' تحریر کرتے ہیں۔ جبکہ اس خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نہیں لکھا گیا بلکہ: سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ لکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک دعا ہے جس کے مستحق صرف اہل اسلام ہیں۔ غیر مسلموں کو خط لکھتے وقت سلام علی من اتبع الھدی لکھا جاتا ہے۔ چونکہ شاہ مصر مقوقس عیسائی تھا اس لیے اسے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھنے کے بجائے سلام علی من اتبع الھدیٰ تحریر کیا۔

قاصدِ رسول کی مقوقس کے دربار میں تشریف آوری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ شاہ مقوقس کے دربار میں پہنچے اور متانت کے ساتھ ان کو جا کر کہا: اے شاہ مقوقس! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے نشان عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسرے سے عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت حاصل کریں۔

شاہ مقوقس سے سفیرِ رسول حضرت حاتب رضی اللہ عنہ کا مکالمہ:

مقوقس: مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتائیے، کیا وہ اللہ کے نبی ہیں؟

حاطب بن ابی بلتعہ: وہ نبی ہی نہیں، بلکہ اللہ کے رسول بھی ہیں۔

مقوقس: اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے جب ان کی قوم نے انہیں اپنی بستی (مکہ) سے نکالا تو انہوں نے اس کے لیے اللہ کے عذاب کی بددعا نہیں کی؟

حاطب بن ابی بلتعہ: کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول نہیں مانتے؟

مقوقس: بالکل مانتے ہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہ: تو پھر آپ بتائیے کہ جب ان کی قوم نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور انہیں سولی دینے کا ارادہ کیا اور پھر اللہ انہیں آسمان پر اٹھا کر لے گیا تو انہوں نے اس بات کی دعا کیوں نہیں کی کہ ان کا رب بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے؟

شاہ مقوقس کا اعتراف:

آپ ایک حکیم (عقل مند) آدمی ہیں اور ایک حکیم (دانا) آدمی کی طرف سے آئے ہیں۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے یہ تحفے آپ کے ساتھ بھیجتا ہوں اور یہ نگہبان (ایک ہرکارہ جس کا نام مابور تھا) جو آپ کے علاقے تک آپ کی نگہبانی کریں گے۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا۔

شاہ مقوقس کا خط:

لمحمد بن عبد اللّٰہ، من المقوقس عظیم القبط، سلام علیک!

اما بعد! فقد قرأت کتابک، وفھمت ما ذکرت فیه، وما تدعو الیه، وقد علمت ان نبیا بقی، وکنت اظن انه یخرج بالشام، وقد اکرمت رسولک، وبعثت لک بجاریتین لھما مکان فی القبط عظیم، وبکسوۃ وھدیت الیک بغلة لترکبھا، والسلام علیک

محمد بن عبداللہ کے حضور منجانب مقوقس عظیم القبط!

امابعد! میں نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اور جس کی آپ نے دعوت دی، میں نے اس سمجھ لیا۔ میں جانتا ہوں ایک نبی نے آنا تھا لیکن میرا خیال تھا اس کا ظہور ملک شام سے ہوگا۔ بہرحال! میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی ہے، میں آپ کی طرف دو کنیزیں ماریہ اور سیرین کو بھیجتا ہوں جو کہ قبط میں عظیم المرتبت ہیں اور کچھ لباس وتحائف بھی پیش خدمت کرتا ہوں اور خچر بھی آپ کی سواری کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔ آپ پر سلامتی ہو۔

شاہ مقوقس کے تحائف:

خط کے ہمراہ چند تحائف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے جن میں دو کنیزیں سیدہ ماریہ قبطیہ اور سیدہ سیرین رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔اس کے علاوہ ایک اونٹ، ایک سفید رنگ کا خچر، ایک نیزہ، قیمتی لباس، قیمتی خلعت اور ہزار مثقال سونا شامل تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ شاہ مقوقس نے ایک طبیب معالج، حکیم، ڈاکٹر بھی ساتھ بھیجا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ اِنَّا قَوْمٌ لَا نَاکُلُ حَتّٰی نُجُوْع، وَاِذَا اَکَلْنَا لَا نَشْبَعُ. یعنی ہم لوگ سخت بھوک کے وقت کھانا کھاتے ہیں اور ابھی بھوک باقی ہوتی ہے ہم کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو شاہ مقوقس نے تحفے میں سو مثقال سونا اور پانچ قیمتی لباس دیے تھے۔

سیدہ ماریہ وسیرین کا قبول اسلام:

دوسرے دن چار افراد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، سیدہ ماریہ، سیدہ سیرین اور مابور پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ اونٹ، خچر اور دیگر سامان کے ہمراہ مصر سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قافلے کی تمام افراد کو اسلام کی دعوت دی۔ مابور نے انکار کیا جبکہ سیدہ ماریہ اور سیدہ سیرین نے راستے میں ہی اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ منورہ آمد:

کئی دنوں کی طویل مسافت کے بعد یہ قافلہ مدینہ منورہ داخل ہوا۔حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ؛ سیدہ ماریہ اور سیدہ سیرین رضی اللہ عنہما کو لے کر سیدھے حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور شاہ مقوقس کا خط نکال کر پیش کیا۔

حضرت ماریہ ام ولد بنتی ہیں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرایا گیا اگر چہ آپ کنیز تھیں لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا۔اس وقت ان کی عمر مبارک 20 سال کی تھی۔کچھ عرصہ بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا امید سے ہوگئیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا گاہے بگاہے تشریف لاتیں۔سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا ایک بچے کی ماں بن گئیں۔(لونڈی جب بچے کی ماں بنے تو اسے "اُمِّ وَلَدْ" کہتے ہیں) حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو بچے کی خوشخبری دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، انہوں نے جا کر اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور "ابراہیم" نام رکھا۔

قبطیوں سے حسن سلوک کا حکم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اس لئے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ان کے نسب کا تعلق کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا) اور میرے بیٹے ابراہیم دونوں کی ماں اسی قوم سے ہے اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے۔

حضرت ابراہیم کی وفات:

پیدائش کے بعد 18 ماہ تک حضرت ابراہیم زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے۔حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرزند رسول کو غسل دیا اور ایک چھوٹے سے تختے پر اٹھا کر بقیع کی طرف چل پڑے۔نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان کو کہاں دفن کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس۔چنانچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر وہاں کھودی گئی تو اس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اترے اور حضرت ابراہیم کو آسودہ خاک فرمایا۔

سیدہ ماریہ کی وفات:

سن 16 ہجری محرم الحرام میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

ہماری دعوت

ابن امیر شریعت، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اسے کسی صورت میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے صرف دنیا کی زندگی کے لیے وقف ہو کے رہ جائے۔ صرف دنیا کی زندگی کے لئے جدوجہد تو کافروں اور مشرکوں کا مطمح نظر ہے۔ کیوں کہ موت کے بعد کی حیات طیبہ پر ان کا عقیدہ و یقین نہیں ہے اور مسلمان کہلانے والوں کا تو یقین ہی یہ ہے کہ

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِن ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔'' (الحدیث)

اَلدُّنْیَامِزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔'' (الحدیث)

مؤمن کے لیے دنیا کی زندگی قید کی طرح ہے جو سعی و جہد اور محنت و مشقت سے عبارت ہے اور آخرت کی زندگی، اصل زندگی، دائمی آزادی اور انعامات سے بھرپور نتائج والی زندگی ہے۔ یعنی کاشت دنیا میں کرنی ہے اور کٹائی موت کے بعد۔ مسلمانوں کی ساری جدوجہد کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے تمام شعبوں میں جہدِ للبقاء، اور ارتقاء کے نام پر جتنی محاذ آرائی کی جارہی ہے، اس محاذ آرائی کا رخ موڑ دیا جائے اور اس جہدِ للبقاء اور ارتقاء انسانی کا مرکزی فکر جہدِ للعقبیٰ بنا دیا جائے ...... مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کا انسان ایک مرتبہ پھر ترقی، ارتقاء، انکشافات، اور علم کے زعم میں تنزل، رجعت، گم گشتگی اور جہالت کے لق و دق صحرا اور وادیٔ فنا میں اتر جانے کے لیے سرپٹ دوڑ رہا ہے۔

ان حالات میں مجلس احرار اسلام کی دعوت یہ ہے کہ عام مسلمان جو غفلت و خواہشات کی ابلیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، انھیں جھنجھوڑا، جگایا اور آزاد کرایا جائے۔ محض دنیا کی جھوٹی تمناؤں میں گھری ہوئی امت کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچایا جائے۔ تاکہ امت کو دنیاوی سلامتی و اخروی فلاح و نجات مل سکے۔ دنیا میں سلامتی اور آخرت میں نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے، جب ہم مل کر ایک مضبوط طریقہ کار سے اپنے آپ کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی روشن راہ پر ڈالیں۔ کیوں کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر منزل مراد حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں بزبان حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان فرمایا:

وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (الانعام:۱۵۳)

''تحقیق بے شک وشبہ یہ میرا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے (صراطِ مستقیم ہے) تم اسی راہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو (دیگر نظامِ زندگی مت اپناؤ) پس وہ تمہیں اس سیدھے راستے سے جدا کر دیں گے۔ اسی کی تاکید ہے تمہیں تاکہ تم دوسرے راستوں سے بچو۔''

اس راستے کے تمام راہ نوردوں کو یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ اس راستے پر چلتے ہوئے قربانی وایثار کی بلند صفتیں اپنے اندر پیدا کرنا بہت ضروری ہیں۔ کیوں کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی دیگر صفاتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ ایثار وقربانی ان کی بنیادی خصوصیت اور صفت قرار دی گئی ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

''اور وہ اپنی جانوں کا ایثار کرتے ہیں اگر چہ خود فاقہ سے ہوں۔''

ہم نے جب اس راستہ پر چلنے کا قصد کیا ہے اور منزل تک پہنچنے کا عزم کیا ہے تو پھر ہمیں بھی ایثار کرنا ہے، کس چیز کا ایثار؟

وقت، مال اور جان کا ایثار

ہمت، توانائی اور عزم کا ایثار

ذہانت، دیانت اور شعور کا ایثار

غرض یہ کہ وہ تمام توانائیاں جو انسانی معاشرہ کے باطنی حسن وجمال کو اجاگر کریں اور سماج کے ظاہری نظام کو رعنائیاں بخشیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لے آئیں۔ اس راہ میں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے قربان کر دی جائیں۔ کیوں کہ امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کا کام ایسا خوبصورت، حسین وجمیل، پرکشش، سہانا اور من بھاونا ہے کہ اس پر مال وجان نثار کر دیئے جائیں تو یہ سودا سستا ہے مہنگا نہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جا وبے جا اپنی توانائیاں ضائع کی جائیں بلکہ حالات کا جائزہ لے کر مستقبل کے نتائج پر غور وفکر کر کے پھر عملی قدم اٹھایا جائے تاکہ بے تدبیری کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔

بہ قول حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ:

زمینِ شور سنبل بر نیارد
در و تخم عمل ضائع مگر دان

شور، کلر اور سیم زدہ زمین پھول نہیں اُگاتی۔ اس میں عمل کا بیج ڈال ڈال کے بیج برباد نہ کر۔

اور حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے فرمایا:

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء:۳)

''شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں رنج کرتے کرتے جان دے دیں گے۔''

یعنی ان کی پرواہ اور فکر چھوڑیں۔ آپ کے ذمہ صرف بلاغ و ابلاغ ہے۔ اس راہ کی مشکل گھاٹی بھی یہی ہے کہ صراطِ مستقیم پر امت کو لاتے لاتے آدمی تھک جاتا ہے اور حالت کچھ ایسی ہو جاتی ہے کہ چہرہ پژمردہ، اعصاب شکستہ، دل گرفتہ، تھکا تھکا سا، اندر سے ٹوٹا ہوا بکھرا ہوا آدمی، کھویا کھویا سا نظر آتا ہے مگر اس کی بھی ضرورت نہیں کیوں کہ اور کسی کو منوانا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ پکارنا، بلانا، صدا لگانا ہمارے ذمہ ہے اور بس، دلوں کی دنیا بدلنے والا صرف اللہ ہے اور وہی ہے جو خزاں کو بہار میں بدلتا ہے۔ پس اپنی ظاہری محنت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر ہدایت کی بھیک مانگنا یہ بھی فرض ہے۔ گویا ہدایت عامہ کے لیے اجتماعی دعا و درخواست انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا شیوہ ہے۔ ظاہری وسائل کی فراوانی اس وقت تک ہدایت پیدا نہیں کرتی' جب تک آہِ نیم شبی اور دعا سحرگاہی کا آمیزہ ان وسائل کی روح نہ بن جائے اور یہی وہ دعوت ہے جو رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔ پھر ہماری دعوت تو رہبانیت سے پاک ہے۔ ہم تو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا رخ موڑنا چاہتے ہیں مگر ایسے کہ آدمی نہ تو دنیا اور اس کی لذتوں کا بھکاری بن کر رہ جائے اور نہ ہی لبادۂ مکر اوڑھ کر لوگوں کی آرزؤں کا قتل کیا جائے اور نہ ہی کارکنوں کو معاشی مصیبتوں میں گرفتار کر دیا جائے بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیارِ حق حیاتِ طیبہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعوت عام کرنی ہے۔

ہماری تمام گزارشات آپ نے پڑھ لیں۔ ان پر دل کی گہرائی میں ڈوب کر غور و فکر کریں۔ پھر قلزمِ دل سے اٹھنے والی صداء لاہوتی پر لبیک کہتے ہوئے ایک جذبۂ صادقہ سے مرصع ہو کر آئیں اور ہمیں اپنی رفاقت کا شرف بخشیں۔ تاکہ ہم آپ کی رفاقت میں اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے حوادث کا رخ موڑیں، ثقافت کے طوفان کو روکیں، عداوتوں کا منھ توڑیں اور بغاوتوں کے عفریت کو موت کی وادی میں دھکیل دیں۔ آپ کی رفاقت ہماری حوصلہ افزائی کرے گی، دل بڑھائے گی اور ان شاء اللہ دین کے ارتقائی عمل کو جاری و ساری رکھنے کا موجب ہوگی۔ پھر ہم بھرپور قوت سے منزلِ مراد پا کے رہیں گے اور......اگر......خدانخواستہ......ہم اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے، اپنے جانکاہ عمل کا نتیجہ نہ پا سکے اور صراطِ مستقیم پر اپنی طاقت کے مطابق چل کر بھی دنیا میں منزل مقصود حاصل نہ کر سکے تو یقین کیجیے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں جو حیاتِ طیبہ کہلاتی ہے' مجھ سے یا آپ سے ہرگز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم کتنے کامیاب ہوئے، تمہاری محنت کا حاصل کیا نکلا، تمہاری بے پناہ جدوجہد کا انجام کیا ہوا؟ بلکہ پوچھا جائے گا تو صرف یہ کہ تمہیں جس قدر نعمتیں اور جتنی توانائیاں بخشی گئیں تھیں' تم نے میری مخلوق کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے کس قدر صرف کیں؟ کہاں کہاں یہ

قوتیں استعمال کیں؟ کن مقاصد کو تم نے فکر وشعور کا مرکز بنایا، بینائی وتوانائی، دولت وطاقت، جانِ نازک اور عزت وآبرو غرض تم نے کہاں پر ساری نعمتیں کھپا دیں اور امت کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے یہ سب کچھ اگر کھپا دیا اور لگا دیا تو قبر وحشر میں ان شاء اللہ جواب دے سکیں گے کہ اے اللہ ہم عاجزوں نے آپ کی بخشی ہوئی تمام نعمتیں، قوتیں اور تمام توانائیاں آپ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے بے دریغ لٹا دیں۔ کیوں کہ آپ کے نبی گرامی خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روح کی گہرائی میں رچ بس گیا تھا:

اَلْخَلْقُ کُلُّهُمْ عِیَالُ اللّٰهِ فَاَحْسَنُ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰهِ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا اِلَیْهِمْ

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس مخلوق میں سے اللہ کو وہ بھاتا ہے جو مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔''

اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ مالی طور پر ناداروں پر مال نثار کیا جائے اور دینی طور پر ناداروں محتاجوں اور بے کسوں پر اپنی ظاہری وباطنی توانائیاں نثار کر کے انھیں شیطان کے چنگل سے نجات دلائی جائے۔

الیس منکم رجل رشید

کوئی ہے جو بڑھ کے امت کی آبرو بچالے۔

انسانیت کی خدمت:

● انسانیت کی خدمت اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ کتابِ مبین قرآنِ حکیم کائنات کے تمام انسانوں کے لیے منبع و مرکزِ رشد وہدایت اور انسانیت کا دستورِ حیات ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری اور انسانی غلامی سے نجات اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔ قرآن کے متعین کردہ اصولوں کی روشنی میں انسانیت کی جو خدمت سرانجام دے جائے گی، وہی معتبر ہے۔ مخلوط تعلیم اور مخلوط سوسائٹی نے قوم میں دینی شعور کا قحط پیدا کر دیا ہے۔ حالات روز بہ روز ابتر ہوتے جارہے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ دین اسلام سے عملی انحراف و بغاوت ہے۔ اسی بغاوت کو قرآن حکیم نے نقصان کہا ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْر (العصر) ''بے شک انسان خسارے میں ہے۔''

اسلام کی دعوت:

● دعوتِ اسلام انبیاء کا ورثہ وسنت اور اللہ کی نعمت ہے۔ دعوت کا لازمی نتیجہ قوت ہے اور جب قوت حاصل ہو جائے تو پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غلبۂ حق کا قیام امن اور باطل کے خاتمے کے لیے پرامن جدوجہد ہم سب مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ دعوتِ دین کے کام کو تمام امور پر فوقیت دیں اور قوت پیدا کر کے بدی

کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

اسلام کا نفاذ:

● قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے کوئی پیش رفت نہیں کی گئی۔ مقتدر طائفوں، فوجی آمروں، کرپٹ سیاست دانوں، مذہبی ڈیرے داروں، سرمایہ پرستوں اور جاگیر داروں نے مل کر قوم کا استحصال کیا ہے۔ حکومتیں لادینیت کو فروغ دینے والے اداروں کا تحفظ اور دینی اداروں کا گلا گھونٹنے کی پالیسی پر کاربند رہی ہیں اور ہنوز یہ عمل جاری ہے۔ حکومتِ الٰہیہ کا قیام، عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور دفاع ناموسِ ازواج واصحابِ رسول (علیہم الرضوان) مجلس احرار اسلام کا نصب العین ہے۔ ایسے عظیم الشان مقصد میں کامیابی تب ہی ممکن ہوسکتی ہے کہ لادین طبقات سے مفاہمت کی بجائے ہر محاذ پر ان کی مزاحمت کی جائے۔ دعوت وتبلیغ اور جہاد کے ذریعے نفاذِ اسلام کی منزل تک پہنچا جائے۔

مجلس احرار اسلام کی دعوت' قرآنی دعوتِ انقلاب کے سوا کچھ نہیں۔ اس دعوت انقلاب کے تمام طریقے وہی معتبر، مؤثر اور ابدی ہیں جو قرآنِ ناطق سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے نورِ ہدایت اور اسوۂ حسنہ کی کرنیں بن کر پھوٹے......

آیئے! ہمارے قافلۂ سخت کوشاں میں شامل ہو کر دینی انقلاب کی منزل کو قریب کریں۔

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کا قادیانیت سے تعلق و انقطاع

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی ہمارے شاندار ماضی کے نامور اہل قلم تھے۔ سیرت وسوانح، تاریخ ومعاشرت اور زبان وادب کے موضوعات پر ہمیشہ اُن کا قلم رواں رہا۔ ایک دور میں وہ قادیانیت کے فریب کا بھی شکار ہوئے، مگر وہ اس معاملہ میں اکیلے نہ تھے، بلکہ قادیانیت کو اِسلام سمجھ کر اُس کے جال میں پھنسنے والوں میں دیگر کئی ممتاز شخصیات بھی شامل تھیں۔ جن میں بدقسمتی سے مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابوالنصر غلام یٰسین آہ دہلوی (م 1906ء) اور مولانا محمد علی جوہر کے برادر بزرگ ذوالفقار علی گوہر (م 1956ء) بھی شامل تھے۔ جواں مرگ غلام یسین آہ شاعر بھی تھے۔ اُن کا کلام ''دیوان آہ'' کے نام سے ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری نے مرتب کیا جو خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ سے شائع ہوا۔ غلام یٰسین آہ نے اپنے بیٹے کا نام مرزا قادیانی کے جانشین اوّل حکیم نورالدین کے نام پر نورالدین احمد رکھا۔ انڈیا کے صحافی فیروز بخت احمد اُنہی نورالدین احمد کے لڑکے ہیں۔ ذوالفقار علی گوہر پہلے قادیان اور پھر ربوہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ جب فوت ہوئے تو جنازہ مرزا بشیر الدین محمود نے پڑھایا اور ربوہ [چناب نگر] میں تدفین ہوئی۔ غلام یٰسین آہ اور ذوالفقار علی گوہر کی موت قادیانیت ہی پر واقع ہوئی، مگر مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی قسمت کے دھنی تھے کہ انہیں دوبارہ اسلام کے دامن سے وابستگی کی سعادت نصیب ہوئی۔

اگر چہ مولانا نجیب آبادی کے قادیانیت سے قرب اور دُوری کی زیادہ تفاصیل موجود نہیں ہیں، مگر پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم نے اپنی کتاب ''کاروانِ رفتہ'' میں ایک سوانحی مضمون میں مختصراً اس بابت لکھا ہے۔ احقر [عمر فاروق] نے بھی مزید معلومات قادیانی اخبار ''الفضل'' اور دیگر کتب سے مجتمع کرنے کی مقدور بھر سعی کی ہے۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی تعلیم سے فارغ ہوئے تو 79-1878ء میں محکمہ تعلیم سے بحیثیت مدرس وابستہ ہوگئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہندو آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں کا فتنہ عروج پر تھا اور اُن کی شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں اسلام اور مسلمانوں کے ایمان پر حملہ آور ہوچکی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اُس وقت آریہ سماجی ہندوؤں کے ساتھ مناظروں میں شہرت پاچکا تھا۔ اُنہی دنوں آریہ سماج کا ایک مبلّغ نجیب آباد آیا اور اُس نے اسلام پر اعتراضات کا طومار کھڑا کردیا۔ مولانا اکبر شاہ نے اپنے علم اور صلاحیت کے مطابق اس مبلّغ سے مباحثہ اور مناظرہ شروع کیا اور اُس کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اسی دوران اتفاقاً اُنہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک کتاب ملی۔ اُنہوں نے آریہ سماجی مبلّغ کو لاجواب کردیا، مگر بعد ازاں فتح کے جوش نے نوجوان اکبر شاہ کو قادیانیت کے قریب کردیا۔ حتیٰ کہ وہ قادیان گئے، قادیانیت قبول کی اور وہیں ملازمت کرلی۔ وہاں اُن

کی مرزا قادیانی کے جانشین حکیم نورالدین سے انتہائی قربت ہوگئی۔حتیٰ کہ حکیم نورالدین نے اُنہیں اپنے سوانحی حالات لکھنا شروع کردیے، جن کا پہلا حصہ ’’مرقاۃ الیقین فی حیاۃِ نورالدین‘‘ کے عنوان سے اشاعت پذیر ہوا۔ 1906ء سے 1914ء تک اُن کا قیام قادیان ہی میں رہا۔ وہاں پر قیام کے دوران وہ پانچ سال تک قادیانیوں کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہاسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ وہ اپنا زیادہ وقت حکیم نورالدین کے مطب میں گزارنے کے ساتھ ساتھ طلبا کو درس قرآن دینے میں صرف کرتے تھے۔

1914ء میں حکیم نورالدین کا انتقال ہوا تو مولانا اکبر شاہ کا بھی قادیان میں رہنے سے جی اُچاٹ ہوگیا اور وہ نئے قادیانی سربراہ مرزا بشیرالدین کی ’’خلافت‘‘ سے زیادہ دیر تک اپنے آپ کو متفق نہ پاکر قادیان سے اٹھ آئے۔ اُن کی مرزا بشیرالدین کے نامناسب رویہ کی شکایات لاہوری فرقہ کے رہنماؤں میاں محمد علی اور ڈاکٹر بشارت احمد کے نام اُن کے خطوط میں بھی ملتی ہیں۔ وہ اپنے علاقہ نجیب آباد واپس آکر قادیانیوں کے لاہوری فرقہ سے منسلک ہوگئے۔ لاہوری جماعت نے انہیں لاہور بلوالیا اور اُنہوں نے 1915ء کے وسط تک لاہور میں لاہوری مرزائیوں کے اشاعت اسلام کالج میں تاریخ کے استاد اور اُن کے اخبار ’’پیغام صلح‘‘ کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ جب اُنہوں نے قادیانی جماعت کے بعد لاہوری جماعت کا بھی قریب سے بغور مطالعہ ومشاہدہ کیا تو اُن پر لاہوری مرزائیت کا دجل وفریب بھی واضح ہوگیا۔ جس پر اُنہوں نے لاہوری مرزائی عقائد سے بھی انقطاع کر کے بالآخر اِسلام قبول کرلیا۔ جس کے بعد اُن کا ہمیشہ کے لیے قادیانیت سے رشتہ وتعلق ختم ہوگیا۔ مرزا بشیرالدین نے بھی مولانا اکبر شاہ کے ترکِ قادیانیت کی تصدیق کی ہے کہ ’’اسی طرح اکبر شاہ نجیب آبادی بھی تھے۔ اُن کے متعلق اب سنا ہے کہ اُن کا سلسلہ [قادیانیت] سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ انہوں نے میری مخالفت کے دوران رویا [خواب] دیکھی اور پھر اُنہوں نے بیعت بھی کرلی، گو وہ اس پر قائم نہ رہے۔‘‘ (’’الفضل‘‘، قادیان۔ 4/نومبر 1927ء) مرزا بشیرالدین نے 27/دسمبر 1941ء کو اپنے ایک خطبہ جمعہ میں مزید سخت الفاظ میں کہا کہ: ’’اکبر شاہ نجیب آبادی پہلے مرتد ہوکر پیغامی [لاہوری] ہوا، اور پھر وہاں سے بھی مرتد ہوکر غیر احمدی بنا۔‘‘ (’’انوارالعلوم‘‘، جلد 16) مولانا اکبر شاہ کے پاس حکیم نورالدین کی سوانح کا دوسرا حصہ بھی موجود تھا۔ جب وہ قادیانیت سے تائب ہوگئے تو پھر کبھی اُس کے دوسرے حصے کی اشاعت کی نوبت ہی نہ آئی۔ جیسا کہ عبدالقادر سوداگر مل قادیانی اپنی کتاب ’’حیاتِ نور‘‘ کے صفحہ 5 پر لکھتا ہے کہ: ’’اکبر شاہ صاحب نے سوانح کا دوسرا حصہ لکھا تھا، مگر اُن کے سلسلہ [قادیانیت] سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔‘‘

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی قادیانیت ترک کرنے سے متعلق اپنے ایک مختصر سے بیان (مطبوعہ سہ روزہ ’’مدینہ‘‘، بجنور، یکم نومبر 1935ء) میں لکھتے ہیں کہ: ’’میرے ایک دوست کو حال ہی میں کسی قادیانی کی صحبت کا موقع ملا۔ وہ قادیانی علم کلام اور قادیانی مخصوص عقائد کو غالباً قبول کر چکے ہیں۔ میرے پاس انہوں نے چند سوالات لکھ کر بھیجے ہیں۔

جن کی زبان اور لہجے میں شاید اُن کے نشتر کی نسبت اپنی تلوار کی نوک سے میں زیادہ کام لے سکتا ہوں، لیکن اس جراحی اور فصّادی سے میراجی متلاتا ہے۔ صرف نفس مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اُن کے پہلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ''تُو قادیان میں کئی سال تک قادیانی بن کر رہا، مگر اب قادیانیت سے کیوں منحرف ہے۔ کیا یہ متلوّن مزاجی اور رائے کی کمزوری نہیں ہے؟'' اس قسم کا سوال مجھ سے مولانا حکیم اللہ صاحب بجنوری نے بھی کیا تھا۔ میں نے اُن کے پاس جواب میں یہ [عرفی کا] مشہور شعر لکھ کر بھیج دیا تھا کہ:

زِ نقصِ تشنہ لبی داں، بہ عقلِ خویش مناز
دلت فریب گر از جلوۂ سراب نخورد'

(ترجمہ: اگر تمہاری پیاس میں خامی نہ ہوتی اور تم سچی پیاس رکھتے تو صحرا کی ریت بھی تمہیں جھیل دکھائی دیتی۔ فریب خوردگی سے تو تم اس لیے بچ گئے کہ تمہارے اندر پانی کے لیے طلب صادق نہیں تھی۔)

قبولِ اسلام کے بعد مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ وادب کی معرکہ آرائیوں میں مشغول رہے۔ انہوں نے ''تاریخ اسلام'' سمیت تیس کے لگ بھگ تحقیقی کتب تحریر کیں اور علامہ اقبال سمیت اپنی معاصر شخصیات سے خوب خراج تحسین وصول کیا۔ مولانا اکبر شاہ صاحب کا عقیدۂ ختم نبوت پر اِستقامت کے ساتھ قائم رہتے ہوئے 10 رمئی 1938ء کو وصال ہوا، اور وہ نجیب آباد، ضلع بجنور (یوپی) میں محو اِستراحت ہیں۔

انتخاب
مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے کارکنوں کا انتخابی اجلاس 25 اگست 2019ء کو مشتاق احمد صدیقی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس سے پہلے رکنیت سازی کی گئی اور کثیر تعداد میں احباب نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ اجلاس میں متفقہ طور پر درج ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

امیر:	جناب قاری محمد احسان	نائب امیر:	ملک عاصم عطاء
ناظم:	مشتاق احمد صدیقی	نائب ناظم:	محمد اسلم بلوچ
ناظم نشر واشاعت:	قاری عبدالرشید	نائب ناظم نشر واشاعت:	خرم نواز
خازن:	محمد مسعود الحق	قانونی مشیر:	محمد ثاقب ایڈووکیٹ۔ محمد بلال

ختم نبوت ہماری آن ہماری پہچان

قاری محمد ضیاء اللہ ہاشمی

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بے حد احسان ہے کہ اس ذات رحیم وکریم نے ہمیں مسلمان بنایا اور حضور خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ ذات ہیں جن کے لیے میرے اللہ نے اس کائنات کو بنایا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں نہ آنا ہوتا تو یہ کائنات بھی نہ بنتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب نبیوں سے افضل واعلیٰ ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم تمام کتابوں سے اعلیٰ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار، اخلاق، معاملات، تجارت، غرض ہر چیز اعلیٰ وبالاتھی، اسی لیے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ کر دیا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے، حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا، ختم نبوت ہمارے ایمان کی بنیاد واساس ہے، ختم نبوت کا تاج اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سجایا اور قیامت تک کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جاری فرما دیا، اب قیامت تک نبوت وشریعت آپ ہے کی چلے گی۔ منصب ختم نبوت پر کچھ بدبخت ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے اور اب بھی اسی کوشش میں لگے ہیں، لیکن جس تاج کی حفاظت اللہ کرے اس کو کوئی نہیں گرا سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار وفادار یارِ غار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب کچھ لٹا دینے والے جانثار خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کا قلع قمع کیا، مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کیا اور اسے راستے سے ہٹا دیا، اور جب مسیلمہ پنجاب مرزا غلام قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا تو اس مسیلمہ پنجاب کے خلاف عوامی جدوجہد کا آغاز بانی احرار مجاہد ختم نبوت سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ مرزا غلام قادیانی نے حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اور اسی وجہ سے مرزا قادیانی برانڈرتھ روڈ لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے بیت الخلاء میں عبرت ناک موت مرا، ختم نبوت کے عقیدے پر کوئی مفاہمت نہیں کی جاسکتی، یہ عقیدہ ہی ہماری نجات وشفاعت کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر انسان کے جسم سے روح نکال لی جائے تو انسان مرجاتا ہے، اسی طرح عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی روح ہے، جس دن یہ عقیدہ ہم سے چھن گیا ہم مرجائیں گے تباہ ہوجائیں گے، ہمیں جینے کا کوئی حق و فائدہ نہیں۔ مسلمان جان تو دے سکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے عقیدے پر کوئی مفاہمت نہیں کر سکتا، آج عقیدہ ختم نبوت کے لیے پھر محنت کی ضرورت ہے، آج ہماری نئی نسل جس کو عقیدہ ختم نبوت پر معلومات نہیں ان پر محنت کی ضرورت ہے کہ انہیں قادیانیوں کے دجل وفریب سے آگاہ کیا جائے۔ ان کو فتنہ قادیانیت ومرزائیت اور قادیانیوں کے دھوکے سے باخبر کیا جائے انہیں ختم نبوت کی اہمیت بتائی جائے تاکہ وہ قادیانیوں کے دھوکے سے بچ سکیں۔ آج کونسا علاقہ

یا شہر ہے جہاں پر ختم نبوت کی آواز نہیں لگ رہی؟ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اور پوری امت مسلمہ کے ایمان کو بچانے کی محنت اور کوشش کریں اور جو ایمان سے محروم ہوگئے جن کے ایمان کو لوٹ لیا گیا ان پر محنت کی جائے، قادیانی سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو لوٹنے کے درپے ہیں۔ آج الحمدللہ ہر طرف ختم نبوت کی فضا ہے اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے گونج رہے ہیں، اور یہ آواز قیامت تک بلند ہوتی رہے گی انشاء اللہ۔

چناب نگر (سابق ربوہ) جو کسی وقت میں قادیانیوں کا شہر کہلاتا تھا اور ابھی بھی وہاں قادیانی موجود ہیں، یہ وہ شہر ہے جہاں کسی مسلمان کو داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا، اور پھر ایک وقت آیا کہ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ اور ابن امیر شریعت قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری مدظلہ نے اپنے والد گرامی بانی احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی آرزو کو پورا کرنے کے لیے 27 فروری 1976ء کو اس شہر میں فاتحانہ انداز سے، پوری ہمت جرأت شجاعت کے ساتھ داخل ہوئے، 27 فروری کو جانشین امیر شریعت امام اہلسنت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ کو جامع مسجد احرار کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد دوران تقریر گرفتار کرلیا گیا، مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے خطاب اور خطبہ ونماز جمعہ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے پڑھائی اور نماز کے بعد گرفتاری دی، اور اس دن قادیانیوں کے گڑھ ان کے شہر میں مرکز احرار مرکز ختم نبوت قائم کیا۔ ابناء امیر شریعت اور اکابر احرار کی محنت سے وہاں راستہ ہموار ہوا۔

الحمدللہ 41 سال سے چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس ودعوت اسلام ریلی منعقد ہورہی ہے اور اس دعوت سے الحمدللہ بہت سارے قادیانیوں نے اسلام قبول کرلیا ہے، یہ محنت جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گی۔ اس سال بھی 11، 12 ربیع الاول 1441ھ مطابق 9، 10 نومبر 2019 کو یہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہورہی ہے اور دعوت اسلام دینے کا فریضہ بھی دہرایا جائے گا، ختم نبوت کے پروانے اس کانفرنس میں شرکت کی تیاری کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا مجاہد ہونے کا ثبوت دیں۔ ابناء امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ، مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، مولانا سید عطاء المؤمن بخاریؒ بھی اس کانفرنس کی رونق ہوا کرتے تھے آج یہ قافلۂ سخت جاں قائد احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی سرپرستی میں پوری آب وتاب کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے میدان عمل میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو تاقیامت قائم رکھیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خدمت لیتے رہیں۔ آمین

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے آخری فرزند حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم شدید علیل ہیں تمام احباب ان کے لیے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ پاک ان کو صحت کاملہ عاجلہ عطاء فرمائے، اور وہ اس کانفرنس میں شریک ہوسکیں اور ان کی دعائیں ہمارے شامل حال ہوسکیں۔ آمین

اللہ اللہ (نعت رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام)

ابوالمجاہد زاہد

اُسی ذات اقدس کی مدح و ثنا کا شرف مجھ کو بخشا گیا، اللہ اللہ!
کتاب مبین و منوّر میں خود بھی ثنا خواں ہے جس کا خدا، اللہ اللہ!

یہ احسان جود و سخا، اللہ اللہ! ، یہ ایثار و فقر و غنا، اللہ اللہ!
محمد نے سب کچھ دیا اس جہاں کو ، جہاں سے نہ کچھ بھی نہ لیا، اللہ اللہ!

اندھیرے میں ڈوبی ہوئی بستیوں میں ، اسی نے چراغاں کیا، اللہ اللہ!
کہ رہتا تھا اکثر دیا جس کے گھر کا ، سر شام ہی سے بجھا، اللہ اللہ !

بنا عرش بھی فرشِ پائے محمد، عروجِ حبیبِ خدا، اللہ اللہ!
وہ سلطان ''اسریٰ'' وہ سرتاج ''اقصیٰ'' وہ مہمان رب العلا، اللہ اللہ!

امام رُسل ہیں ، سراج سُبل ہیں دل و جانِ کونین ، مطلوبِ کل ہیں
شفیع البرایا ، جمیل السجایا ، مرے احمد مجتبیٰ، اللہ اللہ!

فصاحت ہے گرویدۂ خوش بیانی ، بلاغت ہے قربانِ حسنِ لسانی
ہر ارشاد میں ایک جہانِ معانی ، کلام شہِ انبیا، اللہ اللہ!

جو برسائیں پتھر، جو کانٹے بچھائیں، جو دن رات دکھ دیں، جو ہر دم ستائیں
انہیں دشمنانِ نبوت کے حق میں زبان نبی پر دعا، اللہ اللہ!

اُسی نے نکھارا ، اُسی نے سنوارا ، اُسی نے بنایا ، اُسی نے سجایا
یہ جتنا بھی ہے حسن انسانیت میں ، اُسی کا ہے بخشا ہوا، اللہ اللہ!

ہزاروں درورد اس طبیبِ جہاں پر ، ہزاروں سلام اس شہِ انس و جاں پر
ہمیں جس نے بخشا ہے اک دینِ روشن ، اک آئینۂ حق نما، اللہ اللہ!

وہ حسنِ شمائل وہ نور خصائل وہ اخلاق ، وہ معجزانہ فضائل
مجلّی مجلّٰی ہے ہر ایک گوشہ، حیاتِ حبیب خدا، اللہ اللہ!

عطوفٌ ، رؤفٌ ، بشیرٌ ، نذیرٌ، حکیمٌ ، قسیمٌ ، نسیمٌ، وسیمٌ
وہ مکّے کا بدر الدُّجیٰ اللہ اللہ! ، مدینے کا شمس الضحیٰ اللہ اللہ!

دلِ اُمّت و جانِ ملت ہیں زاہد ، ہے ان کی فضیلت پہ قرآن شاہد
وہ صدیق اکبر، وہ فاروق اعظم، وہ عثمان، وہ مرتضیٰ اللہ اللہ

اشکِ عشقِ نبی

محمد فیاض عادلؔ فاروقی (لندن)

جو اَشک محمد ﷺ کی محبت کی عطا ہے
مت روکنا بہنے سے کہ وہ آبِ شفا ہے

جو جسم محمد ﷺ کی اطاعت میں فدا ہے
اُس جسم پہ کب آگ جہنم کی روا ہے

جو جان محمد ﷺ کی عقیدت میں فنا ہے
ہے جان اُسی جاں میں، اُسی جاں کو بقا ہے

مومن کو جہاں بھر سے ہیں محبوب یہی تین
اصحابِ محمد ﷺ ہیں، محمد ﷺ ہیں، خدا ہے

بے مثل پیمبرؐ سے کرے جو بھی محبت
اس کے لئے محشر میں بھی بے مثل صلہ ہے

دنیا میں بھی کیفیّتِ فردوس ہے اُس آن
جس آن کہ دل حُبِّ محمد ﷺ سے بھرا ہے

مولا ہمیں اک بار دکھا پھر سے مدینہ
سَو بار بھی مانگیں تو یہی ایک دعا ہے

اُس مُرسَلِؐ اعظم کی ثنا ہم سے ہو کیسے؟
جس رحمتِؐ عالم کا ثنا خوان خدا ہے

ہر ایک کے بس میں نہیں توصیفِ پیمبرؐ
اللہ کی ہے دین، اُسی کی یہ عطا ہے

اِس جذب میں اِس کیف میں کہتا ہوں مَیں نعتیں
گویا کہ مِرے گرد مدینے کی فضا ہے

جو شخص کرے اسوۂ احمد ﷺ کی اِطاعت
کچھ حزن نہ کچھ خوف اسے روزِ جزا ہے

عادلؔ یہ زمانے کو پتہ ہے بھی کہ وہ خود
عالم میں محمد ﷺ کا پتہ ڈھونڈ رہا ہے

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (جُندب بن جُنادہؓ)

راجا رشید محمود

پسندیدہ رہا اسلام جُندب بن جُنادہؓ کا — صحابہؓ میں بڑا ہے نام جُندُب بن جُنادہؓ کا

غفاریؓ لائے غفار الذنوب اللہ پر ایماں — ہوا مشہور ''ابوذرؓ'' نام جُندُب بن جُنادہؓ کا

تقرب کا انھیں حاصل تھا درجہ بزمِ سرورﷺ میں — یہ تھا سب سے بڑا انعام جُندُب بن جُنادہؓ کا

قناعت اور توکل تھی ابوذرؓ کی خصوصیت — بتاتا ہے یہ ہر اقدام جُندُب بن جُنادہؓ کا

مسلّم تھا تقدّس دینِ سرکارِ دو عالمﷺ میں — نتیجہ لایا استفہام جُندُب بن جُنادہؓ کا

شغف ان کا تھا قرآن واحادیث پیمبرﷺ سے — یہی تو تھا مذاقِ عام جُندُب بن جُنادہؓ کا

وہ ناجائز سمجھتے مال و دولت جمع کرنے کو — بہت اس میں تھا استحکام جُندُب بن جُنادہؓ کا

خلاف حکم رب یا سنت سرکارﷺ سے ہٹ کر — کوئی ملتا نہیں ہے کام جُندُب بن جُنادہؓ کا

زر وسیم و جواہر سے نہ رکھے وہ ذرا رغبت — کوئی سمجھے اگر پیغام جُندُب بن جُنادہؓ کا

مجھے محمودیوں بھی اکتنازِ زر سے نفرت ہے — کہ ہوں منجملہ خدام جُندُب بن جُنادہؓ کا

پیار تھا اتنا ابوذرؓ کو رسول پاکﷺ سے — تم کہو ضرب المثل اس کو تو گویا حق کہو

مصطفیٰﷺ بھی ان پہ کرتے تھے کرم بے انتہا — قانعِ اعظم کہا کرتا ہے محمودؔ آپﷺ کو

اقبال سے ہم کلامی

آغا شورش کاشمیری مرحوم

کل اذان صبح سے پہلے فضائے قدس میں
تھے حکیمِ شرق سے شیخ مجدد ہم کلام

بوا لکلام آزاد سے غالب تھے مصروف سخن
اس سے کچھ ہٹ کر گلابی شاخچوں کی چھاؤں میں

ایستادہ سرو کے سائے میں تھے مولائے روم
سوچ میں ڈوبے ہوے تھے حالی درویش خُو

میں نے بڑھ کر مرشد اقبال سے یہ عرض کی
دل شکستہ ہو کہ فرمایا مجھے معلوم ہے

سلطنت لے کر خدا و مصطفیٰ کے نام پر
ہے ابھی شہباز کی غیرت پہ کرگس خندہ زن

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب
کون سمجھائے اندھیری رات کو آئین مہر

میں نے دیکھا کچھ شناسا صورتیں ہیں ہم نشیں
گوش بر آواز سب دانشورانِ علم ودیں

میر ومومن دورِ حاضر کی غزل پہ نکتہ چیں
تھے ولی اللہ کے فرزند نکتہ آفریں

جن کے فرمودات میں مضمر ہیں آیات مبیں
باندھ کر بیٹھے تھے حلقہ شبلی عہد آفریں

آپ کو ہم تیرہ بختوں کی خبر ہے یا نہیں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

اب خدا و مصطفیٰ کی راہ پر کوئی نہیں
''ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں''

''پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں''
وائے بدبختی کہ خود مومن ہے محروم یقیں

خون دے کر خانۂ صیاد کو روشن کرو
جاؤ مشرق کے خراب آباد کو روشن کرو

ذوالکفل بخاری کی یاد میں!

حبیب الرحمٰن بٹالوی

پندرہ نومبر، دو ہزار......
نو کا ماہ و سال تھا
پھولوں بھری اک ڈال تھا
چشم و لب کی نازکی میں
جسم و جاں کی تازگی میں
آبِ شاخِ آرزو
وہ پیکرِ جذبِ دروں
ذوقِ طلب و اوجِ گل
شاخچوں پہ موجِ گل
وہ راہیٔ ملکِ عدم
خوش طالع و روشن قدم
چلتا رہا وہ دم بدم
اتنا کہ پیچھے رہ گئے
یہ کیقباد و دارا جم
رفعتوں کی چاہ میں
''عزیزیہ'' کی راہ میں
وہ مہر و ماہِ آسماں
وہ باسیٔ خلدِ جناں

بالائے ریگ زارِ شب
لہو کی دھار زیرِ لب
لے کے اپنے دوش پر
سوئے بریں وہ چل دیا
اَجل نے مہر و ناز کو
چاہتوں کا پھل دیا
''جنت المعلیٰ'' کے
گورکن کا کہنا ہے
☆''ماں'' کے قدموں تلے
بخاری شاہ نبیل کے
برادرِ کفیل کے
حادثے کے داغ ابھی بھی ہیں
تازہ خون سے بھرے
کامیاب و کامراں
ہاشمی وہ نوجواں
آرام میں، سکون میں
ہے آج بھی لیٹا ہوا

☆ شہید ذوالکفل بخاری۔ اُمّ المؤمنین، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدمین مبارک کی طرف دفن ہیں۔

*یوم شہادت: 15 نومبر 2009ء مکہ مکرمہ

ایوانِ احرار: C/69 نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

''لندن کے قادیانی لارڈ طارق احمد کے دورہ سعودی عرب پر مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ کی جانب سے سعودی وزیر مذہبی امور الشیخ عبداللطیف آل شیخ کو بھیجا گیا خط۔'' (ادارہ)

التاریخ: 19 / صفر المظفر ۱۴۴۱ھ، 19 / اکتوبر 2019ء حوالہ: 1.19.2019

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزت مآب معالی الشیخ عبداللطیف آل شیخ وزیر مذہبی امور المملکۃ العربیہ السعودیہ حفظہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ اخباری رپوٹوں سے معلوم ہوا ہے کہ 18 / ستمبر 2019ء کو برطانیہ سے قادیانی جماعت کے رہنما لارڈ طارق احمد نے ایک وفد کے ہمراہ آنجناب سے ملاقات کی اور مذہبی آزادی کے عنوان سے مختلف امور پر آپ سے گفتگو کی ہم خالصتا" دینی ہمدردی اور خیر خواہی کے اسلامی جذبہ کے ساتھ آنجناب کی اس سلسلہ میں چند حقائق کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں:

(1) قادیانی جماعت اسلام سے منحرف اور منکرین ختم نبوت کا ایک گروہ ہے جو دنیا بھر میں اپنی نئی نبوت کے پرچار اور دعوت کیلیے سرگرم عمل رہتا ہے جب کہ پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ قادیانی جماعت دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے اور اس کا اسلام کے نام پر اپنے مذہب کو پیش کرنا دجل وفریب ہے:

جب کہ رابطہ عالم اسلامی نے 10 اپریل 1974ء کو مکہ مکرمہ میں منعقدہ اپنے ایک بھرپور اجلاس میں قادیانیت کو کفر قرار دیتے ہوئے اس کا تعارف اپنی قرارداد میں اس طرح کرایا ہے:

القادیانیة نحلة هدامة تتخذ من اسم الاسلامیه شعارا لتسویه اغراضها الخبیثة وابرز مخالفتها لاسلام ادعاء زعیمها النبوة وتحریف النصوص القرآنیة وابطالهم الجهاد فی الامة الاسلامیه وتقف سواسیه لـلاستعمار والصهونیة تتعاون مع القوی الناهضه للاسلام وتتخذ هذه القوی واجهة لتحطیم العقیدة اللاسلامیه وتحریفها:

(2) اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو

دائرہ اسلام سے خارج اور کافر گروہ قرار دے رکھا ہے جس کی توثیق پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے دستوری ترمیم کے ذریعہ 7 ستمبر 1974ء میں کی تھی اور عدالت عظمٰی بھی متعدد بار اس کی توثیق کر چکی ہے مگر قادیانی گروہ ان تمام فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے خود کو مسلمان کہلانے اور اسلام کے نام پر اپنے مذہب کے فروغ اور اس کی دعوت پر بضد ہے اور دنیا بھر میں اس انحراف اور بغاوت کا کھلم کھلا اظہار کر رہا ہے۔

(3) انسانی حقوق کا عنوان اس گروہ نے اپنی سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے اور خود کو بہر حال مسلمان ظاہر کر کے اسے مسلمانوں سے عالمی اداروں کے ذریعہ تسلیم کرانے کے لیے اختیار کر رکھا ہے جو سراسر مکر و فریب ہے اور انسانی حقوق کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے اور اسی غرض سے قادیانی گروہ کے نمائندے مختلف مسلمان حکومتوں سے رابطے کر کے اپنی مہم کو آگے بڑھا رہے ہیں اس پس منظر میں ہمارا خیال ہے کہ برطانیہ کے قادیانی لارڈ طارق احمد کی آنجناب سے مذکورہ ملاقات دنیا بھر کے مسلمانوں اور خاص طور پر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مسلسل محنت کرنے والے علماء کرام اور جماعتوں کیلئے باعث تشویش و اضطراب ہے جس سے آنجناب کو آگاہ کرنا ہم اپنی شرعی و اخلاقی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

چنانچہ آنجناب سے گزارش ہے کہ قادیانی جماعت کو اس ملاقات سے غلط فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملنا چاہیے کیونکہ ایسا اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہوگا۔

اس لیے ہماری درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں آنجناب اور حکومت سعودی عرب کی طرف سے جلد از جلد وضاحت سامنے آنی چاہیے کہ مسلمانوں کا اضطراب دور ہو کیونکہ المملکۃ العربیہ السعودیہ حرمین شریفین کی مسلسل خدمت وانتظامات اور ملت اسلامیہ کے مسائل میں مخلصانہ توجہات کی وجہ سے ملت اسلامیہ کی عقیدت و محبت کا مرکز ہے اور دنیا بھر کے مسلمان رہنمائی کے لیے اسی کی طرف دیکھتے ہیں۔

آنجناب ہماری درخواست کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لے کر ہم خدام کو مطمئن کرنے کی جلد از جلد کوئی صورت نکالیں گے۔ شکریہ

والسلام مع الاکرام

منجانب

سید عطاء المہیمن بخاری (مرکزی صدر مجلس احرار اسلام پاکستان)

عبد اللطیف خالد چیمہ (مرکزی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان)

سچ کے آگے جھوٹ کی موت......(گاہے گاہے باز خواں)

مولانا منظور احمد آفاقی

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں مرزا قادیانی نے ایک ''فیصلہ کن خط'' بھیجا تاکہ (بزعم خویش) حق اور باطل میں امتیاز ہو جائے، چنانچہ یہ امتیاز ایسا ہوا کہ دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو گیا، مرزا صاحب کا خط ملاحظہ فرمائیے۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ **السلام علی من اتبع الھدیٰ.**

مدت سے آپ کے پرچہ ''اہلحدیث'' میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود و کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری، کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ حق پھیلانے کے لیے مامور ہوں۔ اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔ اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں، کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذّاب اور مفتری ہوں، جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفتری اور کذّاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے، تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کر سکے۔ اور اگر میں کذّاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذّبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں، بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں، آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں، بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک! بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے آمین۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے،

حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراضِ مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے، جن کو فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین! میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں، جن کا وجود دنیا کے لیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ اور انھوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیات '' **لا تقف ما لیس لک به علم** '' پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا۔ اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعے سے میرے سلسلے کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے، جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذّاب ہے، اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک! تو ایسا ہی کر، آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین. آمین.

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الاحد میرزا غلام احمد مسیح موعود، عافاہ اللہ وایدہ

مرقومہ یکم ربیع الاوّل ۱۳۲۵ھ......۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء

☆......☆......☆

بعد ازاں مرزا صاحب نے اس خط کو بصورت اشتہار شائع کرایا تھا۔

اس اشتہار کی تاریخ اشاعت سے ایک سال ایک ماہ اور بارہ دن بعد مرزائے قادیان خود اپنی دعا یا پیشگوئی کے بعد سچے کی زندگی میں بمرض ہیضہ مہلکہ ہلاک ہوگئے تھے۔ اور ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو اپنے کذب کی تکذیب پر مہر تصدیق لگا کر ثابت کر گئے کہ جھوٹے مدعی سچوں کی زندگی میں تباہ ہوا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب ہلاکتِ مرزا کے بعد برابر چالیس سال تک زندہ رہے اور مرزائیوں سے بحثیں اور مناظرے کرتے رہے۔ مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ تکذیب مرزا کی وجہ سے ان کو ذرا سی بھی آنچ نہ آئی۔ خدائے حفیظ نے انھیں طاعون، ہیضہ وغیرہ امراضِ مہلکہ سے بچایا۔

اور جو شخص اپنے دعاویٔ باطل کے ساتھ میدان میں کودا اور حضرت مولانا کو شکار کرنا چاہا، وہ اپنے دام میں آپ ہی آ گیا۔ مرزائی دوست اس سبز اشتہار کے متعلق اکثر کہا کرتے ہیں، کہ چونکہ مرزا صاحب نے اس میں یہ شرط رکھی تھی، کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب توبہ کر لیں گے تو ان پر عذاب نازل نہ ہوگا اور امراضِ مہلکہ سے محفوظ رہیں گے۔ لہٰذا مولوی ثناء اللہ صاحب خوف کی وجہ سے تائب ہو گئے اور ہلاکت سے بچے رہے۔ مگر جب مرزائیوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ مولانا کی کوئی ایسی تحریر پیش کریں، جس سے ان کی توبہ ثابت ہو جائے تو ٹامک ٹوئیاں مار کر چپ سادھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مرحوم ہمیشہ قادیانیوں کو للکارتے رہے کہ'' **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین** ''اگر تم سچے ہو اور تمھارا پیغمبر بھی سچا ہے، تو میرا ''توبہ نامہ'' سر اجلاس پیش کرو اور ثبوت دو۔ لیکن مرزائیوں سے کبھی اس کا جواب بن نہ آیا، انھوں نے اندھے کی طرح اندھیرے میں بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور پلے پڑا تو یہی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ چودھویں صدی آخری زمانہ ہے یعنی مسیح و مہدی کے ظہور کا یہی زمانہ ہے، لوگ جس مسیح و مہدی کا انتظار کر رہے ہیں وہ تو ظاہر نہیں ہوئے، لہٰذا میرے دعویٔ مسیحیت و مہدویت کو تسلیم کر لو، لیکن چودھویں صدی کے اختتام اور پندرھویں صدی کے آغاز نے ان تمام دعوں پر پانی پھیر دیا ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ چودھویں صدی آخری زمانہ نہیں تھا۔ پندرھویں صدی کے بھی چالیس سال گزر چکے ہیں، ممکن ہے کہ پندرھویں صدی بھی آخری زمانہ نہ ہو، بلکہ اس کے اختتام پر سولہویں صدی شروع ہو جائے۔ آخری زمانہ قیامت کے ساتھ متصل ہوگا۔ اُسی آخری زمانے میں حضرات مسیح و مہدی ظاہر ہوں گے، وہ چالیس سال اس دنیا میں بسر کریں گے اس کے بعد قیامت آئے گی۔ سوال یہ ہے کہ جب آخری زمانے میں حقیقی مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اور حقیقی امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوں گے تو اُمتِ مرزائیہ کا ردِّ عمل کیا ہوگا؟ اگر کسی مرزائی میں ہمت ہو تو وہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کی معرفت راقم الحروف کی طرف اس سوال کا جواب (تحریری طور پر) بھیج دے۔

جواب کا منتظر، راقم الحروف
منظور احمد آفاقی (خطیب)
۵/صفر ۱۴۴۱ھ......۵/اکتوبر ۲۰۱۹ء
نوتک محمید ضلع ڈیرہ غازی خان
پوسٹ کوڈ: ۳۲۴۰۱

مرزا صاحب کی گل افشانیاں (قسط: اوّل)

شیخ راحیل احمد مرحوم

مرزا غلام اے قادیانی، بانی جماعت (احمدیہ) کی زندگی، تحریروں اور اقوال، غرضیکہ ہر پہلو سے تضادات سے بھرپور تھی۔ اس طرح کی اور اتنی متناقض زندگی شاید ہی کسی کی ہو۔ بانی جماعت نے، ایک جگہ جو بات کہی یا لکھی، دوسری جگہ اس کی تردید یا اس کے متناقض بات لکھ دی یا کہہ دی۔ اور اس سلسلے میں نہ تو عام آدمی اور نہ ہی کوئی اُمت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ اور نہ ہی انبیاءِ کرام کو ان ''سلطان القلم'' کے قلم کے ظلم سے پناہ ملی۔

☆ ایک طرف امت مسلمہ کے عقائد سے مکمل اتفاق ظاہر کرتے ہیں اور دوسری طرف انہی عقائد کی جڑوں پر حملہ کرتے ہوئے قرآن وسنت کی تشریح کے نام پر غلط عقائد وضع کرتے ہیں۔

☆ ایک طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ختمِ نبوت کا اقرار کرتے ہیں، دوسری طرف اس کی تشریح میں خاتمیت کو اپنے لیے مخصوص کر لیتے ہیں۔

☆ ایک طرف عصمتِ انبیاء کا تذکرہ کرتے ہیں، دوسری طرف انھی انبیاء کی عصمت تار تار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

☆ ایک طرف قرآن کریم کی صحت کا اقرار کرتے ہیں، دوسری طرف اسی قرآن کی آیات میں نہ صرف تحریف کرتے ہیں بلکہ ان کو شکوک میں ڈالتے ہیں۔

☆ ایک طرف احادیث کو مانتے ہیں، دوسری طرف انھی احادیث کو (نعوذ باللہ) کوڑے کا ڈھیر قرار دیتے ہیں۔

☆ ایک طرف ایک بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں، دوسری طرف ساری عمر دوسری بیوی کے حقوق غصب کرتے ہیں۔

☆ ایک طرف اسلام کی بات کرتے ہیں، دوسری طرف انھی مسلمانوں کے ساتھ تعلقات سے اپنے پیروکاروں کو منع کرتے ہیں۔

☆ ایک طرف اپنے ڈاکٹر سالے کو بوڑھی انگریز عورت سے مصافحہ کرنے سے بھی منع کرتے ہیں، دوسری طرف خود پوری رات تنہائیوں میں نا کتخدا لڑکیوں سے ذاتی خدمت اس طرح کرواتے تھے کہ ان کو سرور میں نہ تھکن ہوتی تھی نہ نیند اور نہ غنودگی۔

☆ اسی طرح ایک طرف دشنام طرازی کو سخت برا کہتے ہیں، دوسری طرف اسی دشنام طرازی سے مخالفو کا سینہ چھلنی کرتے ہیں۔

☆ اس طرح مرزا صاحب کو بلا تکلف اور بلا توقف تضادات کا ابدی شہنشاہ کا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

☆ یہ علیحدہ بات کہ مرزا صاحب اپنے ہی دیے ہوئے معیار کے مطابق ہمیں اور ہر سمجھ دار کی نظر میں ایک مخبوط الحواس شخص قرار پائیں۔ کیونکہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔ (ضمیمہ حقیقت الوحی، رخ جلد۲۲، صفحہ۱۹۱)۔ شاید یہ بھی بات ہو کہ بدنام ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

اس آرٹیکل میں ہم آپ کے سامنے ان کی چند گل افشانیاں پیش کریں گے، اگر سب کو اکٹھا کریں تو یہ ایک پورے رسالے کا مواد بن جائے گا، مگر یہاں ہمارا مقصد اپنے موٌقف کی تائید کے لیے صرف مرزا صاحب کی دشنام دہی کے کچھ نمونہ جات کو دکھانا ہے۔ ویسے بھی تو دیگ سے چاول کے چند دانے ہی بتا دیتے ہیں کہ اندر کیا ہے؟

قرآن کریم کے اس حوالے کو پیش کرتے ہوئے ہم مضمون شروع کرتے ہیں۔

''قُلْ لِعِبَادِیْ یَقُوْلُ الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن اِنَّ الْشَیْطَانَ یَنْزِ غُ بَیْنَھُمْ اِنَّ الْشَیْطَانَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِیْنٌ''

یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندوں کو کہہ دیں کہ بات بہت ہی اچھی کیا کریں، سخت کلامی سے شیطان ان میں عداوت ڈلوا دے گا، بے شک شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے''۔ اس آیت کے پیش کرنے کا مقصد برکت کے علاوہ اس مضمون سے اس کا ہر طرح کا تعلق بھی ہے۔ نیز مرزا صاحب کا دعویٰ عام مسلمان کا نہیں بلکہ ایسی ہستی ہونے کا ہے، جس کو خدا نے ہر ذی روح سے زیادہ قرآن کریم کے معانی سکھائے ہیں۔ اس مضمون سے ان کے اس دعویٰ کا بھی صحیح اندازہ ہو جائے گا۔

حدیث شریف چونکہ قرآن کریم کی تشریح ہے، اس لیے بہتر سمجھا گیا کہ اس کو بھی پیش کر دیا جائے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ ''جب کسی سے اس کا جھگڑا ہو جائے تو گالیاں دینے لگتا ہے''۔ آئندہ سطور سے ان شاء اللہ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کیا مرزا صاحب حدیث کے مطابق مومن بھی دور کی بات لگتی ہے، منافق تو نہیں؟

دشنام دہی......؟ نہ نہ:

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ نہ تو سخت زبان استعمال کرتے ہیں اور ان کے منہ یا قلم سے کبھی بھی کوئی دشنام دہی نہیں ہوئی۔

☆ مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ''میں سچ سچ کہتا ہوں، جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا، جس کو دشنام دہی کہا جائے''۔ (ازالہ اوہام، رخ جلد۳، صفحہ۱۰۹)

☆ ایک دوسری جگہ اپنے اس عمل کی توجیح یا تشریح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں ''قوت اخلاق، چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں اور سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لیے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تا ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو۔ اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ بات نہایت قابل شرم ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔ اور جو امام الزمان کہلا کر ایسی کچھ طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ بات پر منہ میں جھاگ آتا ہے، آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں، وہ کسی طرح بھی امام الزمان نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس پر آیت انک لعلیٰ خلق عظیم کا پورے طور پر مصداق آجانا ضروری ہے''۔
(ضرورت الامام، رخ جلد۱۳، صفحہ ۴۷۸)

☆ آیئے ہم مرزا صاحب کے افکار کی روشنی میں مختصر جائزہ لیں کہ وہ کہاں تک اپنے ہی تسلیم اور بیان کیے ہوئے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ہم بجائے فیصلہ دینے کے حقائق پیش کریں اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دیں۔ کہیں کہیں آپ کو ہماری رائے اور ردعمل بھی ملے گا، مگر ہم نے حتی الامکان فیصلہ اور نتیجہ پڑھنے والے پر چھوڑا ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ یہ سلطان القلم ہیں یا شیطان القلم؟

اظہارِ ندامت یا دھمکی:

مرزا صاحب کی اپنے ہم مکتب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب سے بڑی گاڑھی چھنتی تھی، بعد میں چپقلش ایک لمبا عرصہ چلتی رہی۔ یہ وہی محمد حسین بٹالوی صاحب ہیں جنھوں نے چینیاں والی مسجد لاہور کی اپنی امامت، اپنے حلقہ احباب اور اپنے رسالہ اشاعت السنہ نیز اشتہاروں کے ذریعے بے پناہ پروپیگنڈہ کر کے مرزا اور اس کے منصوبوں کو پبلک میں رگیدا۔ مقابلہ بازی کے دوران بٹالوی صاحب کے مقابلہ میں کسی قدر درشت زبان بھی استعمال ہوتی تھی۔ کسی موقع پر زیادہ ہی سخت زبان استعمال کر کے احساس ہوا کہ، طے شدہ حدود سے تجاوز ہو گیا، اس تجاوز پر اب کیسی ندامت کا اظہار ہو رہا ہے کہ ساتھ ہی حشر نشر کی دھمکی بھی ہے۔ ''میں نادم ہوں کہ نااہل حریف کے مقابلے نے کسی قدر مجھے درشت الفاظ پر مجبور کیا، ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں۔ مگر بٹالوی اور اس کے استاد نے مجھے بلایا۔ اب بھی بٹالوی کے لیے بہتر ہے کہ اپنی پالیسی بدل لیوے اور منہ کو لگام دیوے ورنہ ان دنوں کو رو رو کے یاد کرے گا''۔
(آسمانی فیصلہ، رخ جلد، صفحہ ۳۲۰)

☆ اب آپ دیکھیں کہ یہ ایک ایسے شخص کا اظہار ندامت ہے، جو سلطان القلم ہی نہیں بلکہ ساتھ میں امام الزمان ہونے کا دعوے دار ہے اور جس کے منہ میں ذرا سی بھی جھاگ نہیں آنی چاہیے۔

☆ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اگر انسان حقیقی ندامت محسوس کر رہا ہو تو آئندہ کے لیے پھر یہی فعل دہرانے کی دھمکی بھی ہو اور دھمکی بھی ایسی کہ مخالف کو روتے بن نے پڑے گی۔ اس کو کیا کہا جائے گا، اظہارِ ندامت یا آئندہ کے لیے دھمکی؟

☆ یہ تو ایک عام آدمی کے لیے بھی کوئی باعث فخر نہیں اور کجا وہ شخص ایسی بات کرے جس کا دعویٰ یہ ہو، وہ نبی ہے اور نبی بھی ایسا جس کی خبر تمام صحیفے دے رہے ہیں؟

☆ بات صرف دھمکی تک ہی نہیں رہتی بلکہ انھی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے متعلق لکھتے ہوئے کیسے اپنی دھمکی کو پہناتے ہیں۔''کذاب، متکبر، سربراہِ گمراہان، جاہل، شیخِ احمقاں، عقل کا دشمن، بدبخت، طالع منحوس، لاف زن، شیطان گمراہ، مفتری''۔(انجام آتھم، رخ جلد ۱۱، صفحہ ۲۴۱۔۲۴۲)۔ ویسے مرزا صاحب عدالت میں بھی اقرار نامہ پر دستخط کر کے آئے تھے کہ میں محمد حسین بٹالوی کی آئندہ ہجو نہیں کروں گا۔

لعنت بازی:

مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں ہوتا، مومن لعان (لعنت کرنے والا) نہیں ہوتا''۔(ازالہ اوہام، رخ جلد ۳، ص ۶۶۰)

☆ اب ہم دیکھتے ہیں کہ علاوہ اپنی کتابوں میں کئی جگہ دوسروں پر لعنت ڈالنے، کہ ایک کتاب میں چار صفحے صرف ایک ہی لفظ لعنت سے بھرے ہوئے ہیں۔ ا۔لعنت، ۲۔لعنت، ۳۔لعنت (اسی طرح لکھتے ہوئے، ناقل) لعنت ۵۰۵ لعنت، ۹۷۰ غرضیکہ مکمل ایک ہزار تک گنتی پورے کرتے ہوئے ۱۰۰۰ پر جا کر قلم روکتے ہیں''۔ جہالت کی انتہا دیکھنے کے لیے دیکھیے یہ حوالہ: (نور الحق، رخ جلد ۸، ص ۱۵۸ تا ۱۶۲)

☆ دوسری مثال بھی حاضر ہے''مگر اس زمانہ کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں۔ خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ، **علیھم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ**''(انجام آتھم، رخ جلد ۱۱، ص ۳۳۰)

☆ ایسے شخص کو نبی ماننے والو! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ کہ کوئی نارمل شخص بھی اس طرح لکھتا ہے، کجا وہ شخص جو کہ امام الزماں ہونے کا دعوے دار ہو اور کیا اس طرح لعنت ڈال کر خود اپنے کہنے کے مطابق صدیق تو دور کی بات مومن بھی رہ گیا ہے؟

☆ اور جلد ۱۸ میں لکھتے ہیں''محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں''۔(استغفر اللہ)، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرح عقل وخرد سے عاری ہو کر لعنتیں ڈالی تھیں؟

☆ حدیث شریف میں آیا ہے''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرنے والوں سے نہ تو قیامت کے دن شہادت لی جائے گی اور نہ وہ کسی کے شفیع ہو سکیں گے۔ بحوالہ صحیح مسلم۔

☆ اب آپ بتائیں کہ کیا یہ ممکن ہے کسی کو نبی کے درجہ پر فائز کر کے اللہ تعالیٰ اس سے دوسروں پر بے جواز لعنتیں بھی ڈلوائے اور وہ بھی پاگلوں کی طرح گنتی کر کر کے، اور کیا یہ ممکن ہے کہ نبی سے قیامت والے دن اس کی اُمت یا ماننے والوں کے بارے میں شہادت نہ لی جائے۔ اب یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول غلط ہے (نعوذ باللہ) یا پھر (یقیناً) مرزا صاحب

اوران کا دعویٰ نبوت غلط ہے، کیونکہ نبی لعّان نہیں ہوسکتا۔ بلکہ شریف آدمی بھی لعان نہیں ہوسکتا۔

دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت:

مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھیں تو ہر تقدس اور عظمت ان کی ذات پر ختم ہوتی نظر آتی ہے، اور جب سیرت مرزا پر نظر ڈالو تو غلاظتوں، ادنی خواہشوں، لالچ، دجل، تحریف، تضاد اور جھوٹ کے گوہ میں لتھڑا ہوا وجود ملتا ہے۔ ان کی تیار جماعت پر نظر ڈالو تو منافقت، تاویلات، جھوٹ کے بادبانوں سے مزین کشتی چندہ میں گہری تاریکیوں میں غوطے کھاتا ہوا انجام سے بے خبر گرو، جس میں کسی سوار کو یقین نہیں کہ کسی اندھیری منزل تک بھی پہنچے گا یا نہیں، کیونکہ جب ناخدا کا مزاج چاہے کسی کو بھی کشتی سے باہر پھنکوا دے۔ اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ مرزا صاحب اور ان کا تیار کردہ گروہ ایک ہی کام کرسکتا ہے اور وہ ہے منافقت یعنی دوسروں کو نصیحت، خود میاں فضیحت۔

☆ مرزا صاحب نصیحت کرتے ہیں کہ ''کسی کو گالی مت دو، گو وہ گالی دیتا ہو''۔ (کشتی نوح، رخ جلد ۱۹، صفحہ ۶۱)

☆ اور اس نصیحت پر عمل درآمد کرنے کے لیے اپنی ذاتی مثال دیتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں ''میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی نہیں دی''۔ (مواہب الرحمٰن، رخ جلد ۱۹، ص ۲۳۶)۔

دیکھتے ہیں کہ جس بات سے دوسروں کو منع کر رہے ہیں اور اتنے دھڑلے سے دعویٰ کر رہے ہیں، اس پر عمل درآمد کیسے ہوتا ہے؟ کچھ مثالیں حاضر ہیں، فرماتے ہیں:

☆ ''اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑ دو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا''۔ (انجام آتھم، رخ جلد ۱۱، صفحہ ۲۱)

☆ ''مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے؟ کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں''۔

(انجام آتھم، ضمیمہ، رخ جلد ۱۱، صفحہ ۳۰۹)

☆ ''تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے، ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی۔ اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کر دیں گے''۔

(انجام آتھم، رخ جلد ۱۱، ص ۳۳۷)

☆ ''ہم اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ اے بدذات یہودی صفت پادریوں کا اس میں منہ کالا ہوا، اور ساتھ ہی تیرا بھی۔ اور پادریوں پر ایک آسمانی لعنت پڑی اور ساتھ ہی وہ لعنت تجھ کو کھا گئی۔ اگر تو سچا ہے تو اب ہمیں دکھلا کہ آتھم کہاں ہے۔ اے خبیث کب تک تو جئے گا''۔ (انجام آتھم، رخ جلد ۱۱، ص ۳۲۹)۔

(جاری ہے)

بیانِ صادق

(من جانب مجلس احرار اسلام بہ جواب جماعت اسلامی، بہ سلسلہ تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء) (قسط اول)

ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ

(تاریخی تفصیلات کے مطابق جماعت نے اپنے پختہ اور قابلِ رشک دینی مزاج اور غیرت مندانہ سیاسی مؤقف کے زیرِ اثر آغازِ زندگی سے لے کر تقسیم ملک تک حصولِ آزادی کے لیے مختلف اوقات میں کوئی درجن بھر تحریکات چلائیں جو مجموعی طور پر کامیاب اور مفید و مؤثر ثابت ہوئیں اور ملک و ملت کے لیے ایک روشن مستقبل کی ضامن بن گئیں۔ بعد از تقسیم اس کے عظیم و قابلِ فخر اور انتہائی دور رس اثرات کے حامل کارناموں میں ''تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوت'' کو بلند اور اہم ترین مقام حاصل ہے۔ جیسے فوج جسم و جان اور سامانِ حرب و ضرب کے ساتھ مادّی طور پر ملک کا تحفظ کرتی ہے۔ اہلِ حق اور قوتِ ایمان کے مظاہرات کے ذریعہ ملک و ملت کے اعتقادی تصلّب، فکری استحکام اور اجتماعی جوشِ عمل..... گویا پورے دین و سیاست کے روحانی اور ظاہری تحفظ و بقاء کا سبب بن جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ عظیم اور پاکیزہ تحریک اپنے آغاز سے قریباً بیس پچیس سال پہلے کی مسلسل جدوجہد کے قدرتی نتیجہ میں مشعلِ ہدایت اور مینارۂ نور بن کر نمودار ہوئی۔ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ تشکیلِ پاکستان کے وقت ملت اسلامیہ جن ناقابلِ ترمیم واضافہ دینی اصول و عقائد پر اپنی آئندہ زندگی کی دستوری تعمیر کے لیے بے چین اور دیوانہ ہو رہی تھی، ان کی اس بے قراری کو زبانِ عمل سے ظاہر کرنے کی صورت پیدا ہو، یعنی کارپردازانِ تحریکِ پاکستان کے جذبات انگیز اسلامی نعروں کو عمل کی میزان میں تولنے کے لیے دعوتِ مبارزت دیتے ہوئے فرنگی کا بنایا ہوا مردم شماری کا رجسٹر اور دفتر الٹ دیا جائے۔ مسلمانوں کی پارلیمنٹ کلمۂ اسلام کے پونے چودہ سو سالہ موروثی اور اجماعی مفہوم کے مطابق کفر و اسلام کی تعریف اور تفریق و امتیاز کے ذریعے مدعیٔ نبوتِ کاذبہ کے پیروکار قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو ان کے اپنے ہی مختلف اور اب تک مسلسل دعاوی کے تحت مسلمانوں سے الگ کرتے ہوئے ایک خلافِ قانون فرقہ اور جماعت قرار دے کر مسلمانوں کے پرانے زخموں کا مداوا کر دے۔

تحریک چلی اور برصغیر ہند و پاک کی دھرتی پر ۱۸۵۷ء کی تحریکِ بغاوت کے بعد سب سے پہلی، سب سے عظیم اور بے مثال خالص دینی تحریک کے طور پر قومی تاریخ کا سنگِ میل قرار پا گئی۔ اسی تحریک کی شدت و قوت اور وسعت و عظمت کے طفیل سے، بے مروّت و بے وفا، وعدہ خلاف اور خائن قائدینِ تحریکِ پاکستان اور اربابِ اقتدار کے برسوں پرانے تمام جھوٹے اسلامی نعروں کی قلعی کھل گئی۔ تمام اعدائے اسلام اور دشمنانِ احرار انگریز پرستوں اور مذہبی ملمع کار سرکاری ٹاؤٹوں نے تحریک کو تہ و بالا کرنے اور تحریک میں شامل تمام مسلم فرقوں کے نمائندہ زعماء اور ان کی قیادت میں ہر قسم کی قربانی کر گزرنے والے مخلص و پُر جوش اور سچے مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپانے کے لیے وقت کی ظالم و بدعہد اور ننگِ اسلام و مسلمین حکومت سے ناپاک گٹھ جوڑ اور سیاسی سازش کا گھناؤنا کردار ادا کیا۔ جس کے راز اسی مبارک تحریک نے طشت از بام کیے۔ اس دور کے بہروپیا کرم فرماؤں میں محترمہ و مقدسہ ''جماعت اسلامی'' سرفہرست شمار ہوتی ہے۔ پروپیگنڈے کے یورپین ہتھکنڈوں کی ماہر و مشاق اور اسلام کی خود ساختہ ٹھیکیدار اس جماعت نے

پوری موقع پرستی، خالص تاجرانہ ذہنیت اور پکی دنیا دارانہ اور دوغلی سیاست کا بھرپور مظاہر کیا۔ اس کے قائد اور مندوب تحریک کے عروج میں کسی سنہرے مستقبل کی جھلک محسوس کرتے ہوئے قریباً پونے دو سال تک نہ صرف اس کے شریکِ کار بنے رہے، بلکہ عادت اور زبردست خواہش کے مطابق انھوں نے اپنے آپ کو تحریک کا بہت نمایاں عنصر ثابت کرنے کی پالیسی اپنائے رکھی اور جب تحریک ظلم وتشدد کا شکار ہونے لگی تو مصنوعی اعتدال ومیانہ روی اور فرضی امن پسندی وقانون پروری چھوڑ چھاڑ کر فیصلہ کن گھڑی میں وعدہ معاف، سلطانی گواہوں کا روپ دھار لیا۔ تحریک کے ظاہری خاتمہ پر حکومت کے قائم کردہ ''منیر انکوائری کورٹ'' کے روبرو تحریک میں اپنی باقاعدہ شمولیت، مجلسِ عمل کے مشوروں میں شرکت بلکہ منصوبہ بندی اور اس کے راست اقدام تک تمام کارروائیوں سے وابستگی کے متعلق انتہائی خیرہ چشمی کے ساتھ دیدہ دلیرانہ تاویل بازی اور انحراف کا مظاہرہ کر دیا۔ جماعت کے قائد اعظم علامہ مودودی صاحب کے بیان صفائی سے لے کر تحریک کے متعلق اس جماعت کے تمام مثبت ومنفی لٹریچر میں، اپنی جھوٹی صفائیوں کے انبار لگا دیے گئے اور حد یہ ہے کہ قائدین وفدائیانِ تحریک کی زندگی میں ہی جھوٹ کی اس پوٹ اور تاویل وحیلہ کاری کے اس پلندے کو نشان بے گناہی ثابت کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ اس خالص دینی اور قومی تحریک سے علانیہ بے وفائی وغداری کو الٹا اپنا فخریہ کارنامہ بنا کر پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کاروبار جاری رکھا۔

پانی سر سے گزرتا دیکھ کر مجلس احرار اسلام کے سیاسی مبصر، محترم ماسٹر تاج الدین لدھیانوی نے، جو پوری تحریک کے نہ صرف رہنماؤں میں شامل تھے بلکہ اوّل سے آخر تک تمام شرکائے تحریک کے مالۂ وماعلیہ کے شاہد عدل بھی رہے ہیں۔ بنام خدا قلم سنبھالا اور جوابِ ترکی بہ ترکی کے مطابق زیرِ نظر رسالہ مرتب کر کے دینِ مظلوم کے بے درد دعوے داروں کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اس کے بعد حرکت مذبوحی کے طور پر ہاتھ پاؤں تو بہت مارے گئے، لیکن آج سولہ برس گزر جانے پر بھی پیسے اور پروپیگنڈے کے تمام علانیہ اور خفیہ وسائل موجود ہونے کے باوجود اس جماعت کے بزرجمہروں کو مبنی برحق وصداقت اصولی جواب کی ایک سطر تک لکھنے کی جرأت نہیں ہوسکی۔ چونکہ عوام ہنگامہ اور وقتی جوش وہیجان کے بعد ہر تحریک کی تفصیلات عموماً فراموش کر دیتے ہیں۔ اس لیے ہر سیاسی موڑ پر انھیں گزشتہ واقعات کی مصدقہ تفصیلات سے مکمل طور پر باخبر رکھنا از بس ضروری ہے۔ آج جبکہ ہر معاملہ میں دوسروں کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر کے مفت کا انعام اور کریڈٹ حاصل کرنے کی خوگر اور آروزئے اقتدار میں اپنی تقیہ نما حکمت عملی کے بل بوتے پر ہر ناجائز کو جائز بنانے والی یہ ''برگزیدہ اور مقدس جماعت'' پھر اپنی واحد نمائندگی اور اسلامی اجارہ داری کا چکر چلانے میں اندھا دھند مصروف ہے اور اربابِ اقتدار سے لادین جمہوریت کے نام پر اسلام کی بھیک مانگ کر اور سوشلزم کے خلاف بہ زعمِ خویش قیادتِ عظمیٰ کی علمبردار بن کر دراصل تحریک تحفظِ ختم نبوت کی عظمت واہمیت کو ختم کرنے کے منصوبہ پر عمل پیرا ہے، تا کہ عوام اور دینی جماعتیں اس کی سابقہ فریب آمیز کارروائیوں کا حساب نہ لے سکیں اور ختمِ نبوّت کے واحد بنیادی مسئلہ کی روشنی میں خالص اسلامی دستور بنانے کی مہم اس کی سیاست کا روڑا نہ بن جائے۔

محترم ماسٹر صاحب کا یہ انتہائی اہم جماعتی بیان اور قابلِ قدر تاریخی ودستاویزی وثیقہ دوبارہ شائع کیا جا رہے تا کہ دین کے فدائی عوام، اسلام کے سب سے بلند اور سب سے اہم مسئلہ کے متعلق اس جماعت کی بے وفائی، خیانت اور اپنے نئے اجتہادی مذہب ومسلک کے مطابق اسلام کے نام پر خالص دنیا دارانہ سیاست بازی سے آگاہ رہتے ہوئے ''اسلامی آئین بہ تشریح مسئلہ ختمِ نبوت'' کی

اپنی اصل منزلِ مقصود کی طرف تیزی سے گامزن رہیں۔اس جماعت نے دنیا کی ہر اسلامی تحریک میں کیڑے نکال کر مقابلہ میں اپنی فوقیت جتلانے کا مکروہ مشغلہ تحریکِ ختم نبوت کے متعلق بھی بدستور جاری رکھا ہوا ہے۔لیکن اصل حقیقت کیا تھی؟انکوائری کورٹ میں احرار کو بیانِ صفائی تک کی اجازت نہ دینے اور جماعت کو خلافِ قانون قرار دیے جانے کی سراسر یک طرفہ وظالمانہ اور تباہ کن پابندیوں اور مجبوریوں سے مکمل ناجائز فائدہ اٹھا کر اس جماعت نے رائی سے کتنے پہاڑ بنائے اور سفید جھوٹوں کے انبار کو اپنی سچائیوں، پاکبازیوں اور فرضی کامیابیوں کا لبادہ کسی طرح پہنایا اور خیالات ونظریات کی تردید کے بجائے واقعات وحقائق کے مسخ وانکار کی شرمناک جرأت کیسے کی؟ اس کے پوست کندہ حالات زیرِ نظر کتابچہ ''بیانِ صادق'' میں ملاحظہ کیجیے، تاکہ ملکی وقومی تاریخ کا یہ باب تاویل وتحریک کی گندگی سے آلودہ ہو کر نئی نسل کی مسئلہ ختم نبوّت سے بے خبری اور جہالت وبرگشتگی کا ذریعہ نہ بن جائے۔ والله الموفق وهو المستعان۔تعارف از: قائد احرار حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، سنہ ۱۹۶۹ء/۱۳۸۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم، هٰذا بيان للناس!

يايها الذين آمنو ااتقوا الله و كونو مع الصادقين

خدا کا فضل شامل حال رہا کہ تیس پینتیس سال کی سیاسی زندگی میں مجھے بیان بازی کا مرض لاحق نہیں ہوا۔کبھی کبھار تو ایسا ہوا کہ کسی نے بلا وجہ الجھنے کی مسلسل کوشش کی تو تنگ آکر ایک بار جو صحیح بات تھی اس کا اظہار کر دیا اور بس، جواب الجواب کی الجھنوں میں نہ کبھی الجھا ہوں، نہ کبھی الجھنے کا ارادہ ہے۔جماعتِ اسلامی کی جانب سے جب ''نوازشات'' کی بھرمار نے زحمت کی صورت اختیار کر لی اور پانی سر سے اونچا جانے لگا تو بحالتِ مجبوری مجھے ان گزارشات کی ضرورت محسوس ہوئی۔بات یہ ہوئی کہ جماعتِ اسلامی کی مسلسل نیش زنی سے تنگ آکر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے طویل صبر آزما خاموشی کے بعد لائل پور تبلیغ کانفرنس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو ان کی غلط بیانی پر شرعی انداز میں ٹوکا۔ان کی تقریر کا آغاز تقریباً ان الفاظ سے ہے:

> ''یا اللہ! تحریکِ تحفظِ ختم نبوت میں شمولیت سے اگر میرے دل میں خلوصِ نیت کے علاوہ رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی ایسا خیال تھا کہ تحریکِ ختم نبوّت کے ذریعہ سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے تو مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر تیرا غضب نازل ہو''۔

اس کے بعد فرمایا کہ:

> ''مودودی صاحب کراچی کنونشن میں میرے گھٹنے کے ساتھ گھٹنا ملا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ان کی موجودگی میں راست اقدام کا ریزولیوشن پاس ہوا، جس پر دوسرے سینکڑوں علماء سمیت انھوں نے دستخط کیے اور وہ کاغذ منیر انکوائری کورٹ میں پیش بھی ہو چکا ہے۔وہ آخر دم تک

تحریک میں شامل رہے۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ وہ تحریک میں شامل نہیں تھے تو میں انھیں دعوتِ مباہلہ دیتا ہوں''۔ وغیر ذلک

حضرت شاہ صاحب کے اس چیلنج سے امیر جماعتِ اسلامی بوکھلا گئے۔ اسی بوکھلاہٹ میں ''بیانِ حقیقت'' کے عنوان سے ایک بیان شائع فرمایا، جس میں شاہ صاحب کو مخاطب کرنے کی بجائے درواز کار غلط سلط باتیں فرما کر سبھی کو لپیٹ لیا۔ اس بیان میں مولانا موصوف نے اپنے دامن کا داغ دوسروں کے دامن پر لگانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے چیلنج کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس بیان کے ذریعے دراصل طرح دے گئے ہیں۔

اب میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تحریکِ ختمِ نبوت کے تمام صحیح واقعات عرض کردوں تاکہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جو غلط بیانیاں فرمائیں ہیں، وہ منظر عام پر آجائیں۔ اس ناخوش گوار فرض کو میں دکھے دل سے ادا کر رہا ہوں۔

کراچی کنونشن:

حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری مدظلہٗ کی زیرِ صدارت آل پارٹیز مسلم کنونشن کا تاریخی اجلاس بدیں غرض کہ تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کے بارے میں آخری فیصلہ کیا جائے۔ مورخہ ۱۶؍ جنوری ۵۳ء کو کراچی میں منعقد ہوا۔ بنگال سے لے کر صوبہ سرحد تک کے نمائندوں نے اس اجلاس میں شرکت کی اور کارروائی میں باقاعدہ حصہ لیا۔ تقریریں شروع ہوئیں تو صاحبِ صدر نے مسئلہ کی اہمیت اور وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر شرکاءِ مجلس سے تقریریں مختصر اور مطلب کی بات کہنے کی اپیل کی۔ دوسرے حضرات کے علاوہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا کہ چند آدمی الگ بیٹھ کر باہمی مشورہ سے ہاؤس کے سامنے کوئی مناسب اور قابلِ عمل تجویز پیش کریں تاکہ بے ضرورت باتوں میں قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔ یہ معقول تجویز مان لی گئی تو تیرہ آدمیوں کو منتخب کر کے یہ کام ان کے سپرد کر دیا گیا اور اجلاس ۱۸؍ جنوری کے لیے ملتوی ہوگیا۔ ۱۷ کی رات کو تیرہ میں سے صرف نو یا دس حضرات جمع ہوئے اور باہمی مشورہ اور مبادلہ خیال کیا گیا۔

سب کمیٹی کی میٹنگ:

مجھے اس وقت مندرجہ ذیل حضرات کے نام یاد ہیں جو سب کمیٹی میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی، حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی، علامہ حافظ محمد کفایت حسین صاحب، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (بنگالی)، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد علی صاحب، مولانا محمد یوسف کلکتوی، سید مظفر علی شاہ صاحب شمسی، تاج الدین انصاری۔

سب کمیٹی کی کارروائی شروع ہوئی اور تحفظِ ختمِ نبوت کی تحریک کے سلسلہ میں مبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ابتدائی گفتگو کے وقت خاموش بیٹھے تھے، مگر جب وہ گویا ہوئے تو فرمانے لگے کہ آپ کے اس مطالبہ کو ہم نے اپنے آٹھ مطالبات کی فہرست میں نواں مطالبہ بنا کر پیش کر دیا ہے۔ اب اس تحریک کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ دستور ہی میں آپ کا مطالبہ

تسلیم کرلیا جائے گا۔ آئندہ تمام جدوجہد دستور ہی کے نام سے ہونی چاہیے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے ارشاد کے جواب میں مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا صاحب آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے، آپ شاید سمجھتے ہیں کہ آل مسلم پارٹیز کنونشن پنجاب سے بن کر آئی ہے اور جو مطالبات پیش کیے جارہے ہیں، یہ بھی پنجاب والوں کے مطالبات ہیں۔ میں آپ کی آگاہی کے لیے عرض کررہا ہوں کہ ۲؍جون ۵۲ء کو زیرِ صدارت مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی، تھیوسافیکل ہال کراچی میں کراچی کی تمام اسلامی پارٹیوں کی جانب سے ایک کنونشن بلائی گئی تھی۔ جس میں جماعتِ اسلامی کا نمائندہ بھی موجود تھا۔ اس کنونشن میں یہ تجویز منظور ہوئی تھی کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لیے بڑے پیمانے پر آل مسلم پارٹیز کنونشن بلائی جائے، جس کے ذریعے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی جدوجہد کی جائے۔ موجودہ کنونشن دراصل ہماری اس کنونشن کا نتیجہ ہے، جو ۲؍جون کو منعقد ہوئی تھی۔ جس کی غرض وغایت واضح اور محدود تھی۔ آج مجھے یا آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اصل مطالبات سے ادھر ادھر جا سکیں۔ اگر ہم ان مطالبات کو دستوری جدوجہد سے وابستہ کردیں تو بات ضابطہ کے بالکل خلاف ہوگی۔ مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی کے ارشادات کی تائید میں، میں نے اصولی اختلافات پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ جس کام کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اور جس غرض کے لیے یہ کنونشن بلائی گئی ہے، اس کی بالکل جداگانہ حیثیت ہے۔ دستور اپنی جگہ ہے۔ ۳۳ جید علماء دستور کے کام میں مصروف ہیں۔ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے احاطۂ اختیار سے باہر جائیں۔ ہمیں کنونشن نے جو کام سپرد کیا ہے۔ وہ صرف اسی قدر ہے کہ ہم طریقِ کار کی تجویز مرتب کرکے ہاؤس کے سامنے پیش کردیں۔ اس کے علاوہ اگر کچھ کیا گیا تو وہ خلافِ ضابطہ ہوگا۔ ہماری گزارشات کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ایک طویل تقریر فرمائی اور بار بار یہی فرماتے رہے کہ جو کچھ کرنا ہے دستور کے نام پر کیجیے۔ ہم نے ہر چند سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر ہم سب مل کر صاحبِ دستور حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کی حفاظت کی جدوجہد میں کامیابی حاصل کرلیتے ہیں تو دستور کا کام بالکل آسان ہوجائے گا۔ دستور کی راہ میں مرزائیت اور مرزائیت نواز پہاڑ بن کر کھڑے ہیں۔ یہ مرحلہ طے ہوجائے تو دستور کی کامیابی قریب تر ہوجاتی ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو معقول بات اپیل تو کررہی تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں پوشیدہ خواہشات اور اقتدار حاصل کرنے کے سنہرے خواب انھیں اس بات کو تسلیم کرنے پر راضی نہ ہونے دیتے تھے۔ بحث جاری رہی۔ حضرت مولانا سید محمد صاحب غزنوی ناسازیٔ طبع کی وجہ سے معذرت کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں جاکر لیٹ گئے۔ اسی تکلیف کی حالت میں ہم انھیں دو مرتبہ اٹھا کر میٹنگ میں لائے، مگر انھیں اس درجہ تکلیف تھی کہ زیادہ دیر تک نہ بیٹھ سکے۔

مولانا محمد علی جالندھری نے کیا کہا؟

مولانا محمد علی جالندھری نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو مخاطب فرما کر کہا کہ مولانا؟ ''تحفظ ختم نبوت'' کے مطالبات ایسے مطالبات ہیں، جن کی پشت پر بلاکسی اختلاف کے ہر مکتب خیال کے مسلمانوں کی ہمدردیاں اور پشت پناہی موجود ہے۔ جہاں تک دستور کا تعلق ہے، نیک نیتی سے بیسیوں قسم کے اختلافات اب بھی علماء میں موجود ہیں۔ دستور

میں ترمیمیں اور تنسیخیں ہورہی ہیں، یہ سلسلہ ابھی کافی وقت لے گا۔

دوسری بات جس پر آپ کو ٹھنڈے دل سے غور فرمانا چاہیے، یہ ہے کہ جب دستور کا کام آتا ہے تو غلط یا صحیح، میں اس بحث میں نہیں پڑتا اور صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کا ذہن آپ کے بے پناہ پراپیگنڈے کی وجہ سے جماعت اسلامی کی طرف سے منعطف ہو جاتا ہے۔ جماعتِ اسلامی سے لوگوں کو وہ ہمدردیاں نہیں ہیں جو ہمدردی اور لگاؤ مسئلہ تحفظ ختم نبوت سے ہے یا جو جذبہ مرزائیت کے خلاف ہر مکتبِ خیال کے مسلمانوں میں موجود ہے۔ اسی طرح آج سے چھے ماہ پیشتر یہی حال مجلس احرار کا تھا۔ جہاں ردِّ مرزائیت کا نام آتا تو لوگوں کا ذہن مجلسِ احرار کی طرف منتقل ہو جاتا تھا۔ اسی خیال سے ہم نے مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر برکت علی محمڈن ہال میں ہی ہتھیار ڈال دیے تھے اور دین کا یہ کام دوسری تمام دینی جماعتوں کے سپرد کر کے خود کو رضا کارانہ پیش کر دیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب اگر تحفظ ختم نبوت کا نام آتا ہے تو لوگوں کے ذہن میں آل مسلم پارٹیز کی مجلس عمل کا تصوّر لازمی اور لابدی آجاتا ہے۔ اصولی اعتراض کے علاوہ اس مشکل کی طرف بھی آپ توجہ فرمائیں اور اس اہم مطالبہ کو نواں نقطہ بنانے کا خیال ترک فرمائیں۔

سب کچھ سننے کے بعد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنی بات پر اڑے رہے۔ بحث نے مایوس کن صورت پیدا کر دی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ مولانا موصوف کو صاحبِ دستور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو اور عظمت کی نسبت ''دستور'' کا زیادہ خیال تھا۔ ان کے محاکمہ نویس نمائندے نے لکھا ہے:

> ''اس مرحلہ پر مولانا محمد علی صاحب نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی اور ان سے عرض کیا کہ مولانا صاحب! اگر آپ کی طرح احرار کا اندازِ فکر بھی یہی ہوتا اور وہ بھی یہی سوچتے کہ مجلسِ عمل کہاں سے آگئی، یہ ردِّ مرزائیت تو ہمارے نام الاٹ ہو چکی ہے۔ یہ کام ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو ہم کہاں جائیں گے۔ اگر خدانخواستہ ایسی خود غرضانہ ضد ہم بھی کرتے تو پھر کیا موجودہ صورت پیدا ہو سکتی تھی؟''

آج ہر مکتبِ خیال کے علماء اور سجادہ نشین حضرات اس بنیادی مسئلہ کے لیے سر جوڑ کر بیٹھ رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے نام کا خیال ترک نہ کرتے تو کیا مسلمانوں میں بے پناہ جوش اور عقیدت کا یہ والہانہ جذبہ پیدا ہو سکتا تھا؟

یہ تھی وہ گفتگو جو مولا محمد علی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی میں ہوئی، جسے توڑ مروڑ کر جس انداز میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے فرمایا ہے، یہ انھی کا حصہ ہے۔

انصاف فرمائیے:

آٹھ دس معزز نمائندے مجلس میں موجود ہیں۔ بقول مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمد علی یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ تحریک اسلامی دستور کے نام سے چلائی جائے تو احرار کہاں جائیں گے؟ مولانا محمد علی صاحب اگر ایسی گفتگو کرتے

تو دوسرے معزز نمائندے جو اس میٹنگ میں موجود تھے، مولانا محمد علی کی کیا گت بناتے؟ کیا ان سب حضرات کو یہ حق ن پہنچتا تھا کہ وہ مولانا محمد علی کی اس قسم کی نامناسب اور خودغرضانہ گفتگو سنتے تو انھیں برملا کہہ دیتے کہ احرار جائیں بھاڑ میں، یہ مطالبہ تو مجلس عمل کا مطالبہ ہے۔ احرار تنہا کون ہوتے ہیں؟ وہ تو نو جماعتوں میں سے صرف ایک ہیں۔

مولانا بدایونی، مولانا تھانوی، مولانا غزنوی، علامہ حافظ کفایت حسین، مولانا عزیز الرحمٰن (بنگالی) اور مظفر علی شمسی ایسے نڈر اور مخلص حضرات اور دیگر اکابرین موجود ہیں۔ کیا یہ سب کے سب منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے رہے اور کسی نے زبان تک نہ ہلائی۔ کیا یہ بات قرین قیاس بھی ہے؟

میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہی سے یہ دریافت کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ مولانا محمد علی نے یہی کہا تھا، جو آپ فرماتے ہیں تو ایسی لغو حرکت پر تو آپ اسی دن احرار کے خلاف بیان دے کر انھیں موت کے گھاٹ اتار سکتے تھے۔ آپ نے ایسی مجرمانہ درگزر سے کیوں کام لیا؟ میں آپ کو بزدلی اور منافقت کا طعنہ نہیں دیتا، البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے مولانا محمد علی کے خلاف تہمت لگانا ہی تھی تو کچھ سوچ سمجھ کر افسانہ گھڑا ہوتا۔ کس سادگی سے آپ نے یہ بات مولانا محمد علی سے منسوب کی کہ ''اگر دستور کے نام پر کام ہوا تو احرار کہاں جائیں گے؟''

انتخابات کا سوال:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جب آل مسلم پارٹیز کو جماعتِ اسلامی کا دُم چھلّا بنانے کی کوشش میں رات کے بارہ بجا دیے تو مولانا احتشام الحق صاحب نے سب کمیٹی کے اراکین کے سامنے ایک خدشہ کا اظہار فرمایا۔ وہ غالباً اس طویل اور غلط بحث سے اکتا گئے تھے۔ وہ فرمانے لگے آپ حضرات میری اس خلش کو دور فرما کر ممنون فرمائیں۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہ آپ حضرات جو مختلف جماعتوں کے نمائندوں کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں، مجھے یہ بتائیں کہ اگر تحریکِ ختمِ نبوت طول پکڑ جائے اور اس عرصہ میں الیکشن آجائیں۔ کیا آپ الیکشنوں میں الجھ تو نہ جائیں گے؟ اگر ایسا ہوا تو یہ تحریک تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اور دانستہ یا نادانستہ اس مقدس تحریک کے ساتھ غداری ہوگی۔ مولانا احتشام الحق صاحب کے اس سوال نے سب کو چونکا دیا اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تو لبوں پر زبان پھیر کر پینترے بدلنے لگے۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کے سوا باقی سب نے کہا کہ سوال بہت اہم ہے اور قابلِ توجہ ہے۔ ہم کو یہاں اقرار کرنا چاہیے۔ اس تحریک کے انتخابات کے جھمیلوں سے بالکل الگ رکھا جائے گا۔ فرداً فرداً تقریباً سب نے اقرار کرنا شروع کیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کچھ دیر تو خاموش رہے۔ پھر فرمانے لگے ''مجھے اس اقرار میں تامل ہے''۔ میں یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ جماعتِ اسلامی انتخابات میں حصہ نہیں لے گی۔ مولانا احتشام الحق صاحب نے اپنے خدشہ کی مزید وضاحت فرمائی اور معاملہ کی اہمیت پر زور دیا۔ مگر جب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نہ مانے تو مولانا احتشام الحق صاحب دل برداشتہ ہو گئے۔ اس کے بعد وہ بیٹھے تو رہے مگر خاص دلچسپی کا اظہار نہ فرمایا۔ (جاری ہے)

میرا افسانہ

قسط:۱۴

مفکر احرار، چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

نہرو رپورٹ:

ہندوستان ہر چند غلام تھا، لیکن چند آزاد منش لوگ سنٹرل اسمبلی میں جا پہنچے تھے۔ ان کی قوت بیان اور فکر آزاد کے مقابلہ میں انگریز افسر چوکڑی بھول گئے۔ عمل کی قوتوں سے محروم ہو کر قوم یوں بھی باتونی ہو جاتی ہے۔ خوش بیان انگریز اسمبلی کے ہندوستانی ممبروں کے مقابلہ میں عجمی معلوم ہوتا تھا۔ انگریز عمال دلائل میں شکست اٹھا اٹھا کر بہت زچ تھے۔ ہندوستان کی قوت فکر و دلائل کی دھاک چار دانگ عالم میں بیٹھ گئی۔ پریزیڈنٹ پٹیل نے ہمیشہ اپنی کمزور اور غلام قوم کے مقاصد کو پیش رکھا، اسمبلی میں ان کے نت نئے فیصلے انگریز کے لیے سوہانِ روح تھے۔ سرکاری حلقوں میں ان پر جانب داری کا الزام لگایا جاتا تھا، لیکن آئین عالم سے ان کی وسیع واقفیت کے سبب کوئی علانیہ حرف گیری کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ ان کے ہر رولنگ میں، جو وہ سرکاری پارٹی کے خلاف دیتے تھے، وزن ہوتا تھا۔ ان کے دلائل ٹھوس تھے، اس لیے حکام ٹک ٹک دیکھتے تھے مگر دم نہ مارتے۔

ہندوستان کا مطالبۂ آزادی بتدریج یقینی صورت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا۔ حکومت انگلیشیہ کے ذمہ دار لوگوں کے پاس ہندوستان کے غلام رکھنے کے لیے پیچیدہ دلائل پیدا کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ وزیر ہند نے اعلان کیا کہ ہندوستان ایک قوم نہیں، ہندوستان مختلف قوموں کا مجموعہ ہے۔ ہاں اگر ہندوستانی کسی آئین پر متفق ہو جائیں، تو کام آسان ہو سکتا ہے۔ انگریزی تدبیر کا یہ تیر ایسا نشانہ پر بیٹھا کہ ہندوستانیوں کی سٹی گم ہوگئی۔ وہ متفقہ آئین بنانے بیٹھ گئے۔

اس وقت ہندوستانی مسلمان عام طور پر متحد تھے، البتہ سرکاری دفاتر کے ہندو مسلمان بلی کتے کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن متفقہ آئین پیش کرنے کی کوششوں میں یہ نہ سوچا کہ انگریزی حکومت کی موجودگی میں یہ ہمارے بس کا روگ نہیں، بہر حال سعیٔ نیک کی گئی۔ لکھنؤ میں آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ ہندوستان بھر میں پنجاب کو یہ شرف حاصل رہا کہ اسے بجا طور پر السٹر کا نام دیا جائے۔ ۱۹۲۰ء سے ہندو مسلم سر پھٹول اور بم چخ پنجابیوں کا معمول تھا۔ ہر سیاسی فتنہ یہاں سے سر اٹھاتا اور تمام ہندوستان میں پھیل جاتا تھا۔ اس میں مسلمان تنہا ذمہ دار نہ تھے۔ ہندو اور سکھ بھی یہاں برابر کی تعداد میں بستے ہیں، اقتصادی اور معاشرتی طر پر بے حد تنگ نظر ہیں اور یوں بھی پنجابی نسبتاً جنگ جو ہیں...... اگر چہ جنگ جوئی کی یہ سپرٹ ہمیشہ اغیار کے لیے مفید رہی...... اس لیے باتوں سے گزر کر لاتوں پر آجانا، پھر لٹھم لٹھا شروع ہو جانا پنجابی

سپرٹ کے عین مطابق ہے۔ پنجاب میں آئے دن کی تھکا فضیحتی کے باعث ہندوستان کی نیک روحیں دل تنگ تھیں۔ اگرچہ قصوروار ہندو بھی تھے، لیکن پروپیگنڈا کے وسیع ذرائع کے مالک ہونے کا باعث حرف گیری سے محفوظ تھے۔ الزام محض مسلمان پر تھا کہ صلح کی ہر تحریک کا یہی انتھک مخالف ہے۔

لکھنؤ آل پارٹیز کانفرنس، منعقدہ ۱۹۲۸ء میں فضا بہت بہتر تھی۔ اتحاد خیال نے اتحاد عمل کی خوشگوار امیدوں میں اضافہ کر دیا۔ لیکن پنڈت موتی لعل اور مولانا شوکت علی کی باتوں باتوں میں چل گئی لیڈری کی جنگ نے ملک کا بیڑا غرق کر دیا۔ ساری باتیں خوش اسلوبی سے طے ہوتی چلی آئیں، دوست دشمن کو خیال تھا کہ صلح کا جہاز پنجاب کی چٹان سے ٹکرا کر غرق ہوگا۔ لیکن مولانا شوکت علی بھی اسی امید پر بیٹھے تھے کہ زیر بحث نہرو رپورٹ کے اوراق پنجاب کے مسئلہ پر پراگندہ ہوں گے۔ اب تک کسی شدید اصولی اختلاف کا اظہار نہ ہوا تھا، لیکن مولانا شوکت علی اندر ہی اندر پنجابی نمائندوں پر زور ڈال رہے تھے کہ نہرو رپورٹ کو مسترد کر دو۔

میں نے نہرو رپورٹ کو پورے طور پر پڑھا نہ تھا۔ کچھ دن مطالعہ کرنے میں صرف کیے۔ مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر کچلو، ڈاکٹر عالم اور دوسرے دوست مصر تھے کہ بلا بحث رپورٹ کو قبول کر لو۔ لیکن میں رپورٹ کے خاکہ کو Unitary طریق حکومت کی تشکیل سمجھتا تھا اور خواہش یہ تھی کہ ہندوستان کا آئین فیڈرل ہو، تاکہ اس وسیع ملک کے صوبے قدرتی رجحانات کے مطابق ترقی کریں اور مرکزی حکومت کی کم از کم مداخلت ہو۔

یہ بات اس کے مجوز پنڈت جواہر لعل کو منظور نہ تھی۔ مسلمان لیڈر عام طور پر اس امتیاز کو سمجھتے نہ تھے۔ انھوں نے ابتدا میں اسے درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور میری ترمیم پر سوائے پنجاب پارٹی کے اور وہ بھی دوستانہ تعلقات کی بنا پر فیڈرل طرز حکومت کے لیے کسی نے ووٹ نہ دیا۔ مجھے تعجب ہوا کہ چند ماہ کے اندر مسلمانوں نے اس کو موت اور زندگی کا مسئلہ بنا لیا، حالانکہ نہرو رپورٹ کی بحث کے وقت تمام مسلمان نمائندے میری تجویز اور خیال کے مخالف تھے۔

سب سے آخر میں پنجاب کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ نہرو رپورٹ کی اساس و بنیاد مخلوط انتخاب پر تھی۔ ہندوستان کے مسلمان اپنے آپ کو سرمایہ سے محروم اقلیت سمجھ کر مالا مال ہندو اکثریت سے مخلوط انتخاب کی بنا پر خائف تھے، تمام ہندو مسلمان کی نظر پنجاب کے مسئلہ پر لگی تھی۔

ہم جانتے تھے کہ ہندوؤں اور سکھوں کو بھی مخلوط انتخاب سے وہی اندیشے تھے، جو مسلمانوں کو ہیں، لیکن وہ بظاہر مطمئن تھے کہ مسلمان اسے نامنظور کر کے ان کی آرزو پوری کریں گے۔ لیکن ہم نے اس مجلس میں جہاں ہندوستان کے چوٹی کے سارے لیڈر جمع ہیں، ہندو اور سکھوں سے پوچھا کہ آپ کو نہرو رپورٹ کا مجوزہ پنجابی آئین منظور ہے؟ انھوں

نے نہایت گرمجوشی سے منظوری کا اعلان کیا۔ انھیں سو فیصدی خیال تھا کہ مسلم نمائندوں کی طرف سے دوسرا فقرہ یہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں کو یہ منظور نہیں، مگر ہم نے ''منظور ہے'' کہہ کر ایوان میں بم گرا دیا۔

ایک منٹ کے بغیر سکھوں کے اندھے لیڈر گیانی شیر سنگھ نے اٹھ کر کہا کہ صاحب، ہماری پوزیشن آکورڈ (Awkward) ہوگئی ہے۔ پنجاب کی سیاست سے بے خبر ہندوستان کے اولوالعزم لیڈر حیران ہوئے کہ سکھوں کو کیا ہو گیا کہ قول کیا کیا تھا، اب باتیں کیا کرنے لگے ہیں۔ انھوں نے ہر چند منایا، سکھ نہ مانے۔ انھیں مخلوط انتخاب قبول کر کے مسلم راج قابوس بن کر ڈراتا تھا۔ پنجاب کے ہندوؤں اوراس کے پریس نے سکھوں کی پیٹھ ٹھونکی۔

بہر حال سکھوں کے پروٹسٹ کے باوجود نہرو رپورٹ منظور سمجھی گئی، لیکن مولانا شوکت علی نے مولانا محمد علی کو بھی گانٹھا، جمعیت العلماء کے لیڈر بھی نہرو رپورٹ کے مخالف ہو گئے۔ ادھر ان مسلمان اکابر نے نہرو رپورٹ کے خلاف مشترکہ محاذ قائم کیا، ادھر پنجاب کے سکھوں اور ہندوؤں نے آواز اٹھائی، پنڈت مالویہ اور مہاتما گاندھی نے سکھوں کی حمایت میں یہاں تک کہہ دیا کہ سکھوں کے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے۔

پنجاب کے مسلمان نہرو رپورٹ کی مخالفت میں بفضل خدا کسی سے کم نہ رہے، انھوں نے ہمارے جلسہ عام میں پتھراؤ کیا۔ اتنی گالیاں دیں کہ توبہ بھلی، سٹیج پر جو بیٹھا تھا، لہولہان ہو گیا۔ میں تقریر کرتا ہوا زخمی ہوا، میری کنپٹی کے اوپر اس زور سے پتھر لگا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا اور اندھیرے میں تارے نظر آنے لگے، حضرت مولانا ظفر علی خان اٹھ اٹھ کر کہتے تھے کہ لو مجھے مارو، کسی دل جلے نے تاک کر سینہ پر پتھر مارا، مولانا کو لگا، یا نہیں، لیکن انھوں نے پروپیگنڈہ کی تمام جزئیات کو مدنظر رکھ کر دہائی دی کہ مار دیا، ساتھی ہی صاحبزادہ بلند اختر کو پکار کر کہا، میاں اختر ذرا اینٹ گرم کر کے لانا، اینٹ گرم کر کے لا دی گئی، مولانا بآواز بلند ''سی سی'' کرتے سینگ دیتے لگے۔ اس رات بڑی مشکل سے جان بچی، سو لاکھوں پائے۔

صبح مخالف اخباروں نے رات کے واقعہ کو خوب اچھالا۔ مولانا کی سیمابی طبیعت کو اس ہڑبونگ کے بعد بھی قرار نہ آیا۔ غازی عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر دہلی جا براجے، وہاں ڈاکٹر انصاری بھی لوگوں کے نرغے میں آ گئے، کوئی خیرات کام آ گئی، ورنہ خیریت کی کوئی امید نہ تھی۔ مولانا اور غازی صاحب وہاں سے چلے اور میرٹھ پہنچے، وہاں بھی وہی حادثہ پیش آیا، پولیس کی امداد سے جوں توں کر کے سٹیشن پر آ گئے۔ جب مولانا نے سہارن پور کا ارادہ کیا تو غازی صاحب نے عذر کیا کہ مولانا بال بچے دار ہوں، زندگی کا فی الحال بیمہ نہیں کرایا۔ مجھ پر اور میرے بال بچوں پر رحم فرمائیں، مجھے واپس جانے کی اجازت دیں۔

غرض نہرو رپورٹ نہ ہندو اور سکھوں میں قبول تھی نہ مسلمانوں میں، لیکن مسلمان اپنی بے وقوفی سے ہر الزام اپنے سر لینے کو تیار رہتے ہیں۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے جمعیت العلماء کے لیڈروں سے مل کر مسلم کانفرنس کے نام سے نیا محاذ قائم کیا۔

1930ء:

موسم بدلتا ہے تو طبیعت خود بخود گدگداتی ہے۔ ۱۹۲۹ء عجب ہیجان خیز تھا۔ عوام تو خیر، خواص کے دلوں میں نئی امنگیں کروٹیں لے رہی تھیں، لیڈر حکومت سے الجھنے کے مواقع تلاش کرتے تھے، لارڈ ارون نے ملک کی خواہشِ انقلاب کو بھانپا، چاہا کہ صلح کی طرح ڈال کر اس ابال پر ٹھنڈے چھینٹے ڈالے، پریزیڈنٹ پٹیل کی وساطت سے پنڈت موتی لعل اور گاندھی جی سے ملاقات ہوئی، لارڈ ارون دونوں کو مطمئن نہ کر سکے۔ یہ ملاپ ٹکر بن گیا، اس گفتگو کی ناکامی پر دونوں لیڈروں نے ہنگامہ کو عزتِ نفس کا تقاضہ سمجھا، کیونکہ صلح کی ناکامی کے بعد جنگ ناگزیر ہوئی ہے۔

لیڈر لاہور کانگرس میں بھرے ہوئے پہنچے، راوی کنارے کامل آزادی کا علم بلند کیا گیا اور نہرو رپورٹ غرقِ دریا کر کے سول نافرمانی کی تیاریاں شروع کی گئیں، گاندھی جی کی نمکین سول نافرمانی کا شور اٹھا، گھر گھر نمک بنایا جانے لگا، قانون نمک کے خلاف ستیہ گرہ کیسا حقیر ہتھیار ہے، لیکن قوم اقدام پر آمادہ تھی۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ملک میں ہیجان برپا ہو گیا۔

اب تمام آزاد خیال مسلمان دو کشتیوں کے سوار تھے۔ یعنی خلافت اور کانگرس دونوں کے ممبر تھے۔ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے جو خلافت تحریک کی جان تھے، پنجاب پارٹی سے ناراض تھے۔ اس میں پنجاب پارٹی کا قصور نہ تھا۔ ہر دو محترم لیڈروں کی طبیعت میں حاکمانہ انداز زیادہ تھا۔ ہم بالکل قرونِ اولیٰ کی طرح ایک دوسرے کے رفیق اور برابر کے بھائی تھے۔ ان محترم بھائیوں کو ہماری ہر گزارش بغاوت نظر آتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ بلا چون وچرا، ان کا حکم قرآن نہیں تو حدیث سے کسی صورت میں بھی کم نہ سمجھا جائے، علاوہ ازیں دونوں بزرگوں کی برہمی کا باعث مولانا ظفر علی خان اور مولانا عبدالقادر قصوری بھی تھے۔ باقی پنجاب پارٹی کو وہ سیدھے سادھے سپاہی سمجھتے تھے۔ مولانا ظفر علی خان سے مولانا محمد علی کو شکایت تھی کہ وہ کہنی مار کر آگے بڑھ جانے کی کوشش اور تدبیروں میں لگا رہتا ہے اور بلاوجہ ہنگامہ برپا کر کے مسلمان کی قوتِ عمل کو غارت کرتا ہے۔ مولانا عبدالقادر قصوری کو خوشامد پسند اور انتہا درجہ کا پارٹی باز وہابی سمجھتے تھے۔ اس سیاسی اور مذہبی جنگ میں گو موجودہ احرار پارٹی دانستہ شریک نہ تھی، لیکن شریک قیاس کی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی اور شخصی وجوہات کی بنا پر پنجاب خلافت پارٹی مرکزی خلافت کمیٹی کی باغی قرار دی گئی۔

مجلس احرار:

ترک اسلام کی مرکزیت کا کام دیتے تھے۔ گزشتہ جنگ میں جب وہ موت کے منہ سے بمشکل نکلے تو انھوں نے خلافت کو لباس کہنہ کی طرح اتار پھینکا، مسلمانوں میں پورے طور پر سیاسی لامرکزیت قائم ہوگئی۔ اس وقت اسلامی ممالک میں اخوت اسلامی کا جذبہ ختم ہوکر قومیت اور وطنیت کا جذبہ فروغ پا رہا ہے۔ اسلام کے جذبہ اخوت کو فنا کر کے مسلمان کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ امر میرے نزدیک سخت مشتبہ ہے۔ بہرحال زمانے کی سپرٹ یہی ہے، کیا وطن کی آزادی اور خوشحالی اسلام کے بھائی چارے کی منافی ہے۔ مسلمان وطن اور اہل وطن کی خدمت بھی جاری رکھے، لیکن ہم مذہب عزیزوں کی سود و بہبود کو بھی نظر انداز نہ کرے، دونوں معاملات میں کیا دقت ہے۔ وطنیت کا جذبہ جس طرح عیسائی یورپ کو برباد کر رہا ہے، اسی طرح آگے چل کر مسلمانوں کو بھی ایشیاء میں مستقبل خانہ جنگی میں مبتلا کر دے گا۔

بہرحال خلافت کا خاتمہ ہوا۔ ہندوستان میں بھی خلافت کمیٹیوں کا وقار کم ہوگیا تھا۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے پنجاب خلافت کمیٹی کو معطل کر کے اپنا رہا سہا وقار خطرے میں ڈال لیا، کیونکہ پنجابی کارکن ہر لحاظ سے دوسرے صوبوں کے کارکنوں سے مخلص، جری اور زبان آور تھے۔ ایسی جماعت کو باغی قرار دے کر کون جماعت فروغ حاصل کر سکتی ہے۔

غرض جب ہم مرکزی خلافت سے علیحدہ ہوئے تو سوائے علیحدہ جماعت بنانے کے کوئی چارہ کار نہ رہا، چنانچہ ہم نے مجلس احرار کے نام سے نئی جماعت کی بنیاد رکھی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو جو ہندوستان بھر میں بہترین مقرر ہیں، صدر بنانے کے رجحانات زیادہ تھے۔ مولانا ظفر علی خان صدارت پر اپنا حق سمجھتے تھے۔ لیکن سب دوستوں کے نزدیک مولانا موصوف لیڈری کی قابلیتوں سے محروم متصور ہوتے تھے، کیونکہ وہ پر جوش ہیں، لیکن ان کا جوش ہوش سے چار قدم آگے رہتا ہے۔ جذبات کی مخلوق شخص سپاہی اچھا ہوتا ہے، مگر جرنیل نہیں ہوسکتا۔ جرنیل کو ہمیشہ جوش کی بجائے ہوش سے کام لینا پڑتا ہے۔ مولانا بہت قابل اور لائق ہیں، لیکن سب ان کی اس کمزوری سے لرزاں و ترساں تھے۔

ابھی ہم عہدہ داروں کا انتخاب کرنے نہ پائے تھے کہ ہندوستان کے حالات سرعت سے بدلنے شروع ہوئے۔ مہاتما گاندھی کی نمکین سول نافرمانی کا آغاز ہوگیا، طول و عرض ملک میں دار و گیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ میں ممبر کونسل ہونے کی وجہ سے ابھی محفوظ تھا۔ سیاسی قیدیوں سے شکایات سننا اور حکومت کو ان کے ازالہ کے لیے لکھنا میرا کام تھا۔ حکومت کے لیے میری یہ مداخلت ناقابل برداشت تھی۔ لیکن جیل کے معائنہ سے مجھے محروم کرنے کا معقول بہانہ حکومت کے پاس نہ تھا۔

علامہ صاحب:

یادش بخیر علامہ حسین میر نقل مکانی کر کے امرتسر سے لاہور آئے، شامتوں نے جو گھیرا تو ماحول سے متاثر ہو کر

لیڈری کا شوق چرایا۔ ہزار کہا، علامہ یہ تیرے بس کا روگ نہیں، مگر اس داڑھی والے کی بال ہٹ نے عقل کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ حسین میر زندہ باد کے جاں فزا نعرے میٹھے راگ کی طرح اسے سرمست کرتے تھے۔ مجمع بھی اس کی مزاحیہ تقریر سے زعفران بن جاتا تھا۔ دو ایک تقریروں میں پبلک نے جو حوصلہ افزائی کی، تو راز داری سے فرمانے لگے، یار چودھری مجھے لاہور کے جلسوں کا صدر بنا دو، ان دنوں اکثر کارکن جیل جا چکے تھے، ہر عہدہ خالی تھا۔ میں نے کہا، تمھاری صدارت میں تو دقت نہ ہوگی، مگر تمھاری جگہ جیل کی مصیبت کون کاٹے گا۔ کہا کہ اوّل تو تقریر میں احتیاط برتوں گا، دھر لیا گیا تو جوں توں کر کے کاٹ آؤں گا۔ میں نے کہا صدر نہ بنو، تقریریں کیا کرو، صدر تو بعض دفعہ آٹے کے ساتھ گھن کی طرح پس جاتا ہے۔ بعض دفعہ دوسروں کی تقریر کے الزام میں اور نہیں تو نقضِ امن ہی میں پکڑا جاتا ہے۔

لیکن علامہ حسین میر کی دو چار تقریریں مقبول ہو چکی تھیں۔ بازار میں جدھر نکلتا، لوگ عقیدت سے اٹھ کر سلام کرتے تھے۔ گدائی میں یہ شاہی بغیر تکلیف کے میسر آ جائے تو کون بے وقوف تیاگ دے۔ میں آئے دن کی سرگرمی سے اسے ازراہِ دوستی باز رکھنا چاہتا تھا، مگر وہ اپنی سیاسی ترقی میں مجھے رکاوٹ سمجھتا تھا۔ آخر میں نے صدارت کا انتظام کر دیا، پھر کیا تھا ہر روز جلسہ اور علامہ صاحب ہر جلسہ کے صدر، اگر کوئی کارکن ازارہِ شرارت کسی اور کی صدارت کی کوشش کرتا یا تجویز کرتا تو شکایت میرے پاس پہنچتی۔ بہر حال صدارت سے وہ ایسے چمٹے کہ کسی حال میں جدا ہونے کو تیار نہ تھے۔

میری تنبیہ کہ صدر کبھی دوسروں کی تقریروں پر بھی دھر لیا جاتا ہے، علامہ صاحب کے کانوں میں گونجتی رہتی تھی۔ اس لیے جب کوئی مقررہ قانون کے حدود سے تجاوز کرتا تو اپنی عافیت کا خیال کر کے اونگھنے لگتے اور جب تقریر ختم ہوتی تو یہ اعلان کر دیتے کہ صاحبو! میں ذرا سو گیا تھا۔

ان کا خیال تھا کہ اس ترکیب سے ان پر مواخذہ نہ ہو سکے گا۔ ایماندار ڈائری نویس یہ نوٹ ضرور دے گا کہ مقرر کی تقریر کے وقت علامہ صاحب سو رہے تھے۔ ڈائری نویسوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ہر جلسہ کی ابتدا میں ان کو اسٹیج کے قریب اچھی جگہ دے دیتے اور جلسہ کے بعد بھی ان سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے۔

خیر ان ترکیبوں سے کچھ وقت نکل گیا۔ اب ذرا اور بلندی کی سوجھی، فرمایا کہ مجھے کانفرنسوں کے صدارت بھی دلاؤ، میں نے پھر نے کہا، علامہ تم گہرے پانیوں میں بڑھتے چلے جا رہے ہو، زمانہ نازک ہے۔ ہر قدم پر گرفتاری کا اندیشہ ہے، کہنے لگا کہ نہیں میں بڑی ہوشیاری سے کام کر رہا ہوں۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو کبھی کا بڑے گھر کی سیر کرتا نظر آتا۔ بہر حال کانفرنسوں کی صدارت کا انتظام بھی ہو گیا۔ یوں بھی اب علامہ ہی اندھوں میں کانا راجہ رہ گیا تھا۔ ہر طرف اس کی مانگ تھی۔ میں نے آخری بار سمجھایا کہ علامہ ہر سمت جاؤ، لیکن سرحد کے قریب نہ جاؤ، بولے میری تقریر قابل گرفت نہیں ہوتی۔

میں نے کہا اس داروگیر میں تقریر کو کوئی نہیں پوچھتا، ہر مقرر بچۂ شتر سمجھ کر دھر لیا جاتا ہے۔

ایک دن صبح مجھے معلوم ہوا کہ علامہ لیڈری کے شوق میں حضرو چلے گئے ہیں، میں نے سمجھ لیا کہ تقدیر لے گئی، دوسری دن اچانک علامہ کا کیمبل پور سے تار ملا: ''گرفتار ہو گیا ہوں، مولانا مظہر علی اظہر یا کسی اور وکیل کو جلدی بھیج دو''۔ علامہ صاحب کی بہادری کے متعلق احباب کو اتنا حسن ظن تھا کہ جس نے سنا یہی سمجھا کہ اوّل سول نافرمانی میں وکیل کی کیا ضرورت ہے۔ بھیجا بھی تو وکیل ادھر سے جائے اور اور علامہ ادھر سے معافی مانگ کر آئے گا، دونوں کا وزیر آباد کراس ہوگا۔ مولانا مظہر علی کو کہا، انھوں نے کہا کہ سول نافرمانی کے ایام میں مقدمہ لڑنا کیا مناسب ہے۔ خیر اگر دو چار دن علامہ جیل کاٹ گیا تو دوسری پیشی پر چلا جاؤں گا۔ ورنہ امید تو یہی ہے کہ باز ولٹکا تا منہ بناتا، معافی مانگ کر خود ہی چلا آتا ہوگا۔

ادھر علامہ صاحب حضرو میں رات کے ڈیڑھ بجے سوتے گرفتار ہوئے، صبح کیمبل پور لائے گئے، ۱۲ بجے عدالت میں پیش ہوئے۔ ابھی لیڈری کا نشہ سوار تھا کہ عدالت نے کہا کہ تم ضمانت دے کر رہا ہو سکتے ہو۔ فرمایا کہ وطن عزیز کی عزت اسی میں ہے کہ میں عدالت کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کروں، پھر خیال آیا کہ ''سال کی قید'' دنیا آنکھوں تلے اندھیر ہوگئی، معاً کہا کہ دوسری پیشی وکیل کا انتظام کروں گا۔ عدالت نے تین دن کی مہلت دی کہ تاریخ ڈال دی، علامہ صاحب واپس جیل میں آئے، نئی اور اداس دنیا میں جہاں قہقہوں کی بجائے محض سرد آہیں تھی۔ علامہ جیسے بے غم اور لااُبالی کا گزارہ کیسے ہو، جیل میں داخل ہوتے ہی قیادت کے نشے آہستہ آہستہ ہرن ہونے شروع ہوئے۔ ایک کوٹھڑی میں بند کر کے تالا لگا دیا گیا تو دن کو تارے نظر آنے لگے، اللہ میں کس مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ بروئے انجیل حضرت عیسیٰ کے بے تابی کا خیال آیا تو یہ بھی اپنی مصیبت کے وقت خدا کو پکارنے لگے، (اے خدا، اے خدا کیا تو مجھے بھول گیا) لیکن جو جوش و سرمستی میں خدا کو اور اپنی ہستی کو بھول جائے، خدا اس کی پکار کیوں کر سنے۔ علامہ اپنی زاری کی صدائے بازگشت کے سوا کسی اور مددگار کی آواز نہ سن کر گھبرا گئے اور آئندہ پیشی پر ناک رگڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک دن صبح کے وقت ہندو مسلمان کارکن آئندہ پروگرام پر سوچ بچار کرنے کے لیے دفتر میں جمع تھے۔ کانگرس خلاف قانون تھی۔ ہم دروازے بند کر کے مصروفِ مشورہ تھے۔ یک بیک زور زور سے دروازہ کی زنجیر کھٹکٹانا شروع ہو گئی۔ اندیشہ ہوا، کہ پولیس نے مکان کو گھیر لیا، ہم گرفتاری کے لیے ہر وقت تیار تھے۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو علامہ حسین میر صاحب منہ لٹکائے پاپوش دربغل ایستادہ تھے۔ پاجامہ اوپر چڑھا کر منہ بسورتے ہوئے بولے، او چودھری! یار جیل خانہ تو بالکل بک بک ہے۔ میں تو اس پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔

استعفیٰ اور جیل:

تمام اعلیٰ طبقے کے سیاسی قیدی گجرات کی نوتعمیر جیل میں مقید تھے۔ میں گاہے بگاہے وہاں جاتا۔ ایک دن جیل کا

معائنہ کرنے لگا تو سپرنٹنڈنٹ نے انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کا حکم دکھایا کہ مجھے کسی جیل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں، دو دن کے بعد مجھے انسپکٹر جنرل کا ذاتی خط آیا کہ آپ کے خلاف کچھ الزامات ہیں۔ ان کی جواب دہی کے لیے آپ مجھے شملہ ملیں۔ میں نے جواب میں لکھا کہ میں انسپکٹر جنرل جیل خانہ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ میرے خلاف جو الزامات ہیں، وہ مجھے لکھے جائیں، ان کا جواب میں براہِ راست گورنر کو لکھوں گا، مجھے کامل یقین ہے کہ میرا دامن ہر طرح سے پاک ہے۔ البتہ حکومت میری مداخلت سے محفوظ ہونا چاہتی ہے اور کسی عذر لنگ کی بنا پر مجھے جیل کے معائنہ سے محروم کرنا پسند کرتی ہے۔

آخر طویل خط و کتابت کے بعد انسپکٹر جنرل مجبور ہوا کہ مجھے الزامات کی فہرست روانہ کرے، میرے خلاف الزام یہ تھا کہ میں نے جیل میں ایک خان بہادر ڈپٹی جیلر سے راز داری کے طور پر کہا کہ انگریزوں کو ''ڈز ڈز'' سے سیدھا کیا جائے۔ یہ مضحکہ خیز الزام اس ملازم جیل کے حلفیہ بیان کی بنا پر تھا۔ حکومت کو یہ بھی خوب معلوم تھا کہ میں اس ملازم کے خلاف مسلسل تین ماہ سے کھلم کھلا مخالف رپورٹیں اس کے رجسٹر پر لکھ رہا تھا۔ اس کے پاس ایسے عذر تراشنے کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ میں نے گورنر ان کونسل کو اس مضحکہ خیز الزام کی تردید میں طویل مراسلہ لکھا۔

حکومت کا الزام بہتان سے کم نہ تھا۔ اس لیے میں نے اخبارات میں بھی چیلنج کیا کہ اس مقدمہ کو کسی عدالت میں لے جاؤ، بہر حال پنجاب کونسل نے حکومت کے خلاف ملامت کے ووٹ پاس کر کے اپنی دانش مندی کا ثبوت دیا اور میری مناسب براءت ہوگئی۔

تمام اسمبلی کے آزاد خیال مسلمان اور ہندو استعفے داخل کر کے جیل جا چکے تھے۔ اس الزام کی جوابدہی کے بعد میں بالکل آزاد ہو گیا اور گورنر کو استعفیٰ بھیج دیا، میں کونسل کا ممبر نہیں رہنا چاہتا۔ ۱۹۳۰ء میں کانگرس ورکنگ کمیٹی خلاف ضابطہ قرار دی گئی۔ مولانا آزاد نے اپنی گرفتاری پر مجھے آل انڈیا کانگرس ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کر دیا۔

اب تو بلا تاخیر قید ہونے کا وقت آ گیا۔ اعلان ہوا کہ خلاف قانون ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں ان کی کوٹھی پر ہوگا۔ میں مختصر سا اسباب درست کر کے دہلی پہنچا۔ ابھی ہم اکٹھے ہوئے ہی تھے کہ پولیس نے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ہم سب ارکان گرفتار کر لیے گئے اور کاروں پر سوار کر کے جیل پہنچا دیے گئے۔ ورکنگ کمیٹی کا کوئی ممبر غیر حاضر نہ تھا۔ ڈاکٹر انصاری، پریذیڈنٹ پٹیل، پنڈت مالویہ، ڈاکٹر بدخان چند، سردار منگل سنگھ، لالہ دنی چند تمام اصحاب وہاں موجود تھے۔

(جاری ہے)

نام: مکاتیب نافع جلد اول (حضرت مولانا محمد نافع قدس سرہ کے علمی مکتوبات) تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر حافظ عثمان احمد

ضخامت: ۴۴۰ صفحات قیمت: ۸۰۰ روپے ناشر: رحماء بینھم ویلفیئر ٹرسٹ ملنے کا پتہ: دار الکتاب، 6/A یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ مبصر: صبیح ہمدانی

حضرت مولانا محمد نافع قدس سرہ زمانہ قریب میں اللہ تعالیٰ کی عظیم و جلی نشانیوں میں سے ایک بزرگ عالم دین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں تو انھیں بہت سے محاسن و مکارم سے نوازا تھا لیکن ان کی ما بہ الامتیاز خصوصیت حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت و عقیدت اور اس محبت و عقیدت کے اعتقادی فرض کو تاریخی رطب و یابس سے پاک کر کے محکم و مستحکم علمی بنیادوں پر ثابت کر دکھانا ہے۔ ان کی عمر شریف کے ماہ و سال اسی مبارک و مأجور عملِ صالح کے تبلیغی و تصنیفی اشتغال میں بسر ہوئی۔

حضرت مولانا کی تصنیفات دلائل کے احکام اور لہجے کی متانت کے ساتھ ساتھ علمی حوالوں کی کثرت جیسے حوالوں سے مشہور ہیں، جس کا اعتراف بہت سے ایسے لوگوں نے بھی کیا جنھیں آپ سے نظریاتی طور پر شدید مختلف نکتۂ نظر کا داعی و منادی سمجھا جاتا ہے۔ آپ کی تصنیفات کو قبول عام نصیب ہوا، وہ دوسری زبانوں میں ترجمہ کی گئیں، اور کبار علماء و اہلِ فضیلت نے اپنی علمی مشغولیات میں ان کتابوں سے متعدد مباحث میں استفادہ کیا۔ حضرت مولانا نے خاص طور پر ان موضوعات میں اپنی حیات طیبہ میں ہی اپنے معاصر اکابر و اصاغر علماء کرام کے لیے مرجع و ملجا کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ تصنیفات کی حد تک تو مولانا کے منافع و فوائد آج بھی جاری و ساری ہیں اور ایک دنیا فہمِ صحیح و فکرِ درست کے حصول کے لیے ان کتابوں کا دست نگر ہے، مگر حضرت کے وجود ظاہری کے رحمت الٰہی میں منتقل ہو جانے کی وجہ سے بلا واسطہ استفادے کا راستہ بہر حال بند ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مستعان ہیں۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا محمد نافع قدس سرّہ کی مکاتبت کے بعض آثار پر مشتمل ہے۔ کتاب پر (جلد اول) کے الفاظ درج کیے گئے ہیں جن سے یہ امید بندھتی ہے کہ اس مبارک سلسلے کی اگلی کڑیاں بھی شائقین کے لیے باصرہ نواز ہوں گی۔ ان مکتوبات کا محتویٰ غالب طور پر علمی و فکری مباحث جلیلہ اور فوائد لطیفہ ہی ہیں۔ جس کا کسی قدر اندازہ مکتوب الیہم کی فہرست سے کیا جا سکتا ہے، جن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا منظور احمد آفاقی، مولانا مفتی

شیر محمد علوی، مولانا سید محمد قاسم شاہ صاحب (ابن حضرت مولانا احمد شاہ صاحب چوکیروی) اور ڈاکٹر مولانا قاری فیوض الرحمٰن جیسے اہلِ فضل و معرفت شامل ہیں۔

کتاب کو جناب ڈاکٹر حافظ عثمان احمد، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب نے علمی و تحقیقی اصولوں کے مطابق مرتّب کیا ہے۔ نیز تدوینی ضروریات کے پیشِ نظر حاشیہ میں بہت سے اہم فوائد اور تحقیقی مباحث کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، جو تدوینی و تحقیقی محاسن پر مستزاد ہے، اور علیحدہ سے داد کا متقاضی ہے۔ مثلاً صفحہ باون تریپن پر حلّتِ غراب کے مبحث میں، صفحہ اکہتر بہتر پر مسانیدِ امامِ اعظم کے تعارف میں، صفحہ پچاسی چھیاسی پر نسیانِ نبوی کے مبحث میں صفحہ ترانوے پر امامیہ کے عقیدۂ تحریف قرآن کے حوالے سے اور صفحہ سو پر نقدِ حدیث کے اصولوں کے بیان میں درج کیے گئے مضبوط علمی منظرنامے کی تشکیل کرتے ہیں۔

اس مجموعۂ خوبی کو رحماء بینہم ویلفیئر ٹرسٹ نے طبع کر کے دار الکتاب لاہور سے شائع کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی کتاب صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ اور ہر اعتبار سے قابل مطالعہ و استفادہ ہے۔

نام: سیرت سیدنا علی المرتضیٰ (دو جلدیں) **تالیف:** مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی **ضخامت:** ۱۰۰۰ صفحات

قیمت: درج نہیں **ناشر:** دار السعد **ملنے کا پتہ:** مکتبہ عشرہ مبشرہ، اردو بازار، لاہور۔ **0300-6175026**

اسد اللہ الغالب، امام المشارق والمغارب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ذات عالی جس طرح اسلام کی معظّم و مکرّم ترین ہستیوں میں شامل ہے اسی طرح آپ کی شخصیتِ گرامی اسلام کی مظلوم ترین شخصیات میں بھی شمار کی جا سکتی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ کے واقعات اور آپ رضی اللہ عنہ کے مواقف و آراء کے حوالے سے پایا جانے والا اختلاف امتِ مسلمہ کے بنیادی اختلافات میں شامل ہے۔ حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کو مجروح کرنے کی سرگرمی ان سے محبت و مخالفت کے مدعی دونوں گروہوں کے ہاں پائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے حضرت اقدس کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہمیشہ سے خصوصی احتیاط و توجہ کا تقاضا کرتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب معروف مؤلف اور عالم دین جناب مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی کی تالیف ہے۔ فاضل مؤلف کے قلم سے اس سے پہلے دیگر صحابہ کرام و اکابر امت کی سیرت و سوانح بھی شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔ زیرِ نظر تالیف دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات پر جمع کی گئی ہے اور بہت سی علمی تحقیقات پر مشتمل ہے۔ موضوعات کی کثرت اور تنوع سے متعارف ہونے کے لیے ابواب کے اسماء ملاحظہ ہوں۔ باب (۱): سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ...... مکی زندگی۔ باب (۲): ...... مدنی زندگی۔ باب (۳): ......غزوات میں۔ باب (۴): آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضِ وفات اور سیدنا علی

رضی اللہ عنہ کی خدمات۔ باب(۵):......دورِ صدّیقی میں۔ باب(۶):......عہدِ فاروقی میں۔ باب(۷):......سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں۔ باب(۸): شانِ خلفائے ثلاثہ بزبان علی المرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ باب(۹): ......عہدِ خلافت، آغاز تا اختتام۔ باب (۱۰): ...... دمِ واپسیں اور سانحۂ شہادت۔ باب(۱۱): ......ذاتی اوصاف و خصائل۔ باب(۱۲):......نظامِ سلطنت وحکومت۔ باب(۱۳):......علمی مقام اور خدمات۔ باب(۱۴): سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔ باب(۱۵):......بعض فقہی اور عدالتی فیصلے۔ باب(۱۶): سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی من گھڑت روایات۔ باب(۱۷):......اصحاب ثلاثہ کے ساتھ رشتہ داریاں۔ باب (۱۸): چہل فضائل سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ میں بہت سے ایسے پر آشوب واقعات درپیش ہوئے جن کا مطالعہ کر کے کسی قسم کی رائے قائم کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ نیز کسی تاریخی واقعے کی تعبیر وتوجیہ میں اختلافِ نکتہ نظر کا پایا جانا بھی فطری اور طبعی چیز ہے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح وسیرت طیبہ پر موجود کتابوں میں آراء کا اختلاف ہونا قابلِ فہم ہے۔(بلکہ ہر ایک تاریخی کتاب میں اس اختلاف کا امکان بلکہ وقوع متحقق ہے) یہ بھی ہے کہ اہلِ سنت والجماعت کا مسلمہ اصول ہے کہ عدالتِ صحابہ کے متفقہ اور اجماعی عقیدے پر تاریخی روایات واخبار (بوجہِ اختلافِ باہمی، اور احتمالِ کثرتِ تعبیر وتوجیہ) اثر انداز نہیں ہوں گی بلکہ یہ عقیدہ ان تاریخی روایات کے تناظر کو متعین کرنے میں قول فیصل کے مقام پر فائز رہے گا۔ چنانچہ اہلِ سنت والجماعت کے دائرۂ فکر میں اس اختلاف کا تحمل وتجوّز صرف وہی تک ہے جہاں تک مذکورہ بالا اصول کی خلاف ورزی نہ ہو۔ فاضل مؤلف نے کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۰ پر مشاجراتِ صحابہ (جس کے ضمن میں عدالت ومرتبتِ اصحاب کے اصول بھی شامل ہیں) کے حوالے سے اکابر علمائے اہل سنت والجماعت کے بہت سے اقوال وارشادات کو جمع کیا ہے جن سے اس مسئلے میں بصیرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

بعض مقامات پر تشنگی کے احساس اور بعض بیانات سے جزوی اختلاف کے باوجود کتاب بحیثیت مجموعی فاضل مؤلف کی محنت شاقہ کا بیّن ثبوت ہے۔ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہ، مولانا محبّ النبی اور مولانا الیاس فیصل جیسے محترم اور اعاظم علماء کی تقریظات بھی شامل ہیں جو کتاب کی استنادی حیثیت میں اعتبار پیدا کرتے ہیں۔

مسافرانِ آخرت

ادارہ

☆حضرت مولانا بشیر احمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ: ممتاز عالمِ دین، محقق و مناظر، حضرت مولانا بشیر احمد حسینی 16 ر اکتوبر 2019ء کو شورکوٹ میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا بشیر احمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائیت پر بے پناہ مطالعہ کیا اور تحقیق میں منفرد مقام پایا۔ انھوں نے عیسائی پادریوں سے کئی مناظرے کیے، دلائل کی بنیاد پر انھی شکست دی اور اسلام کی حقانیت کا لوہا منوایا۔ کئی عیسائیوں نے اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مولانا حسینی رحمۃ اللہ علیہ تنظیم اہل سنت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ انتظام منعقد ہونے والے تربیتی و تعلیمی کورسز میں تشریف لاتے۔ اندازِ تدریس انتہائی دل نشیں ہوتا، طالب علم بڑی فرحت و مسرت کے ساتھ ان کا درس سنتے۔ بے شمار اشعار، لطائف ازبر اور نوک زباں تھے۔ انھوں نے سورۂ یوسف کی تفسیر بھی لکھی، عیسائی پادری کے سوالات کے جوابات پر بھی ایک کتاب شائع کی اور کئی مضامین و مقالات تحریر کیے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہما اللہ کی رفاقت کا شرف حاصل تھا، جس کا فیض ان کی عملی جدوجہد میں نمایاں محسوس کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی مساعی وحسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

☆حضرت حکیم حافظ محمد حنیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی اور حکیم حافظ محمد طارق، حکیم محمد خلیل اللہ اور بھائی ساجد کی ہمشیر، طویل علالت کے بعد 28 ر ستمبر 2019ء کو لاہور میں انتقال کر گئیں۔ جلال پور باقری قبرستان ملتان میں اپنے والد ماجد مرحوم کے قدموں میں آسودۂ خاک ہوئیں۔ نہایت صالحہ وعابدہ اور صابرہ خاتون تھیں۔

☆مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی نائب امیر ملک محمد یوسف صاحب (لاہور) کی اہلیہ مرحومہ، انتقال: 22 ر اکتوبر 2019ء

☆مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی چچی مرحومہ، انتقال: 23 ر اکتوبر 2019ء

☆معروف کتاب شناس، محمد عالم مختار حق (لاہور) کی اہلیہ اور میاں محبوب عالم تھابل کی والدہ محترمہ، انتقال: 24 ر اکتوبر 2019ء

☆مجلس احرار اسلام کراچی کے قدیم ومخلص کارکن بھائی شفیع الرحمٰن احرار کے

☆مجلس احرارِ اسلام مظفر گڑھ کے قدیم ومخلص کارکن ملک خورشید احمد، انتقال: 2 ر اکتوبر 2019ء

☆حافظ حفیظ الرحمٰن سنجرانی رحمہ اللہ: جمعیت علماء اسلام ملتان کے قدیم مخلص کارکن، ہمارے کرم فرما اور مجلس احرارِ اسلام ملتان کے سابق ناظم اعلیٰ عزیز الرحمٰن سنجرانی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ انتقال: 13 ر اکتوبر 2019ء

☆چنیوٹ کے صحافی شہزادہ محمد اکبر مرحوم کے بڑے بھائی حاجی محمد نواز مرحوم (عبداللہ فیبر کس، فیصل آباد) انتقال: 12 ر اکتوبر 2019ء

☆مجلس احرارِ اسلام ملتان کے ناظم نشر واشاعت فرحان حقانی کی چچی اور ملک فلک شیر صاحب کی والدہ مرحومہ، انتقال: 18 ر اکتوبر 2019ء

☆مجلس احرار اسلام بستی خانواہ رحیم یار خان کے قدیم کارکن حاجی عبدالرحمٰن کے مرحوم کے فرزند، عبدالحمید چوہان مرحوم، انتقال: 21 اکتوبر، 2019ء

☆ محترم امان اللہ (لاہور) کے والد محترم محمد بشیر صاحب، انتقال: 26 ستمبر 2019ء

☆ حاجی شمس الرحمٰن، حاجی شہزاد احمد کے والد محمد اسلم مرشد، انتقال: 16 اکتوبر، 2019ء

☆ قدیم احرار ساتھی حافظ محمد نعیم (حال مقیم فیصل آباد) کے بھائی محمد تسلیم 4 ستمبر کو چیچہ وطنی میں انتقال فرما گئے

☆ چیچہ وطنی: خانقاہ سراجیہ سے متعلق لندن میں مقیم ہمارے مہربان قمر علیم 30 ستمبر کو لندن میں انتقال کر گئے

☆ چیچہ وطنی: جماعت کے قدیم کارکن مرغوب احمد کی والدہ ماجدہ 28 ستمبر بدھ کو انتقال کر گئیں، نمازِ جنازہ جامع مسجد میں ادا کی گئی جو حضرت پیر جی قاری عبدالجلیل رائے پوری نے پڑھائی۔ مرحومہ اوکاڑہ جماعت کے ناظم شیخ مظہر سعید کی پھوپھی صاحبہ تھیں

☆ چیچہ وطنی: دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے سابق طالب علم حافظ محمد اویس کی والدہ ماجدہ اور محمد ارشد کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں

☆ جنرل (ر) حمید گل مرحوم کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں، عبداللطیف خالد چیمہ نے اُن کے فرزند عبداللہ گل سے فون پر تعزیت کا اظہار کیا

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے کارکن حافظ شفیق الرحمٰن کی پھوپھو صاحبہ 5 اکتوبر کو انتقال کر گئیں

☆ پاکستان کے معروف خطیب مولانا عبدالحمید وٹو گزشت ماہ میں انتقال کر گئے

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابقہ باورچی صوفی بشیر احمد 3 اکتوبر جمعرات کو مظفر گڑھ میں انتقال کر گئے

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

دعاءِ صحت

☆ قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

☆ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب کئی برس سے قومہ کی حالت میں ہیں

☆ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب

☆ مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے بزرگ کارکن حافظ لیاقت شدید علیل ہیں

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یعقوب خان خواجکزئی

☆ چیچہ وطنی، پیر جی عبداللطیف رحمہ اللہ کے پوتے، پیر جی عبدالجلیل مدظلہٗ کے فرزند خلیل الرحمٰن علیل ہیں

☆ حضرت مولانا محمد یسین رحمہ اللہ (سابق مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان) کے فرزند حافظ محمد شعیب شدید علیل ہیں

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنما مولانا اللہ بخش احرار علیل ہیں

☆ جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث مولانا محمد نذیر (والد گرامی مولانا محمد احمد معاویہ، حکیم حافظ محمد قاسم) علیل ہیں

☆ چیچہ وطنی جماعت کے قدیم رفقاء ڈاکٹر اللہ بخش اور ڈاکٹر محمد فیاض علیل ہیں

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام

42 ویں سالانہ 2 روزہ ختم نبوت کانفرنس

ان شاء اللہ

11 - 12 ربیع الاوّل 1441

جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ

سیاسی جماعتوں کے راہنما ممتاز علماء کرام مشائخ عظام
دینی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور زعمائے ملت
خطاب فرمائیں گے

پروگرام

11 ربیع الاوّل: تربیتی نشست: برائے کارکنان احرار ــــ بعد نماز ظہر ــــ بیانات علماء کرام ــــ بعد نماز مغرب

12 ربیع الاوّل: درس قرآن کریم بعد نماز فجر / تقریب پرچم کشائی 9 بجے صبح / جلوس دعوتِ اسلام ظہر تا عصر (جامع مسجد احرار تا اڈا چناب نگر)
بیانات علماء کرام 10 تا 1 بجے دوپہر

شعبہ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

الداعی الی الخیر

چناب نگر 0301-3138803 ملتان 0300-6326621 راولپنڈی 0300-9793093 کراچی 0308-5838395 پشاور 0315-9932942 سیالکوٹ 0307-6101608
لاہور 0300-4037315 چیچہ وطنی 040-5482253 گجرات 0301-6221750 تلہ گنگ 0300-5780390 آزاد کشمیر 0301-5310385 ڈسکہ 0303-4611460

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔''
(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔''
(مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد